القرآن الکریم
حضرت مولانا
علامہ شمس الحق افغانی کی تصانیف
اور مذہب امامیہ کا نظریہ وعقیدہ -
تحریفِ قرآن
از قلم
قائد اہلسنت
مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
ادارہ مظہر التحقیق لاہور
0321-4145543
0322-8464167

کتاب کا نام ...... تحریفِ قرآن

مصنف ...... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

طبع اوّل ...... جون ۲۰۱۱ء

ناشر ...... سُنی اکیڈمی، جامعہ اہل سنت تعلیم النسآء، چکوال

فون: 0300-9470582

علامہ افغانی رحمہ اللہ کی ''علوم القرآن'' اور اہلِ تشیع کا نظریہ

تحریفِ قرآن

حرفِ تمنا

اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو سُنّی اکیڈمی قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سُنّی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔

(حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ، بشارت الدارین، ص ۵۳۷)

فہرست

حرفِ آغاز

بسم اللہ حامدًا و مصلیاً

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ اُفقِ دیوبند کے تابندہ ستارے تھے۔ مرکزِ رشد و ہدایت دار العلوم دیوبند کی مسندِ تدریس سے لے کر جامعہ اسلامیہ بہاول پور یونیوسٹی کے منصبِ شیخ التفسیر تک قرآن و سنت کے علوم و معارف پھیلاتے اور مذہب اہل سنت والجماعت کا تحفظ و تبلیغ کرتے عمرِ جاوداں بسر فرمائی۔ آپ کی قلمی کاوشوں میں ''علومِ القرآن'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ۴۰ سالہ قرآنی خدمت کے دوران قلبی واردات و مشاہدات کو سات ابواب میں تقسیم کر کے یہ گنجینۂ علم تیار فرمایا......

محفوظیتِ قرآن کے ضمن میں حضرت علامہ افغانی رحمہ اللہ کو تسامح ہوا چنانچہ تحریر فرمایا:

''شیعوں کا مذہب وہی ہے جو سنیوں کا ہے، قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے۔''

حضرت علامہ رحمہ اللہ کی علمی شہرت کے پیش نظر خطرہ تھا کہ اہلِ تشیع اس خطاء سے ناجائز فائدہ اُٹھائیں گے اور انہیں تقویت پہنچے گی لہٰذا قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے ایک طرف حضرت مولانا غلام یحییٰ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے ذریعے حضرت علامہ کو ان کی لغزش کی طرف متوجہ فرمایا اور انہوں نے وضاحت فرمادی اور دوسری طرف مسئلہ تحریفِ قرآن کے حوالہ سے اہل تشیع کا تحریفِ قرآن کے حوالہ سے حقیقی نظریہ ان کی اُمہات کتب کے حوالہ جات سے واضح فرمایا:

ابتداء میں حضرت علامہ افغانی رحمہ اللہ کی وجاہت علمی اور دینی خدمات بھی ذکر فرما

دی گئیں تا کہ اس نقد کے مطالعہ سے حضرت علامہ رحمہ اللہ کی بلند پایہ شخصیت مجروح نہ ہو۔

گرتے ہیں شاہسوار ہی میدان جنگ میں

"**سُنّی اکیڈمی**" مولانا عبدالوحید اشرفی اور مولانا عبدالجبار سلفی زید مجدھما سمیت دیگر احباب کی خصوصی مشاورت وتعاون سے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ایک اور علمی کاوش قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ اس عزم وحوصلہ کے ساتھ کہ ہم حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کا ایک ایک حرف منظرِ عام پر لائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

والسلام

زاہد حسین رشیدی
سُنی اکیڈمی، جامعہ اہل سنت تعلیم النساء
عقب مدنی جامع مسجد، چکوال 0300-9470582

حرف چند بحضور حضرت مصنف رحمہ اللہ

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

مُشکبار کردار سے معاشرے کو مہکانے والی عبقری شخصیت

فقط عقیدت نہیں، حقیقت ہے کہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کا نام نامی اسمِ گرامی سن کر آج بھی سلیم فطرت طبیعتوں کی آنکھیں آنسوؤں سے وضو کرتی ہیں۔ علمی صداقتیں آپ کی بے لوث اور انتھک محنتوں کی قیامت تک توثیق کرتی رہیں گی۔

آپ رحمہ اللہ نے برصغیر کی عظیم اور معروف علمی شخصیت مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کے آنگن میں آنکھ کھولی۔ ۲۰، اکتوبر ۱۹۱۵ء بمطابق ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ شب نو بجے آپ رحمہ اللہ کتم عدم سے منصۂ وجود پر آئے۔ پدر گرامی نے بڑی شفقت سے اپنے نومولود کو پالا پوسا، تعلیم وتربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ فضل ایزدی نے بھرپور یادری کی اور پھر آنے والے وقتوں نے یہ دلکش نظارا کیا کہ باپ، بیٹا ایک دوسرے کی پہچان بن کر رہ گئے۔ آپ رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند سے کسبِ فیض کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ پایا اور پھر اس شرف کو اس قدر بھاگ لگے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے آپ کو خلعتِ خلافت سے نواز دیا۔

۱۹۳۹ء میں آپ رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر آئے اور پھر تادمِ آخر خدمت دین کے لیے سرتاپا منہمک ہو گئے۔ دین کے ہر شعبے میں آپ رحمہ اللہ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں، تاہم "عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم" آپ کا خصوصی موروثی مشن تھا، اس موضوع پر مولانا قاضی کرم الدین رحمہ اللہ نے لگ بھگ زندگی کے ۸۰ سال صرف کیے اور پھر اسی وراثت کو پسرِ ذی قدر سے پوری دیانت سے سنبھالا اور تقریر وتحریر کا اتنا بڑا ذخیرہ اُمت کے سُپرد کر گئے کہ آج کے آرام پرست مزاج اسے دیکھ کر پسینے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ہر فتنے کا مقابلہ کیا، اپنی زبان اور قلم کو دفاعِ دین کے لیے وقف رکھا، اِدھر فتنے نے سر اٹھایا اور اُدھر سیفِ مظہری نیام سے باہر آ گئی۔ معاندین سے جو بھی لڑائی لڑی اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو آشکارا کرنے کے لیے اپنوں، بیگانوں کی پرواہ نہ کر کے اقبال مرحوم کی اس تخلیق کا مصداق بن گئے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

سببِ تالیف ہذا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کی راہیں جدا جدا ہیں۔ کلمے سے لے کر لحد میں اترنے تک اختلاف کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اہل تشیع کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ تحریفِ قرآن کا بھی ہے کہ موجودہ قرآن مجید چونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنتوں سے امت تک پہنچا، لہٰذا یہ وہ کلام نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نازل فرمایا تھا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس عنوان پر اہل تشیع نے مختلف زمانوں میں مختلف کتابیں لکھیں۔ جن میں ببانگ دُھل دعویٰ کیا گیا ہے کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ چند ایک کتب کے نام یہ ہیں:

① ...... فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ...... علامہ نوری طبرسی
② ...... کتاب التحریف ...... احمد بن محمد بن خالد برقی
③ ...... کتاب التنزیل التغیر ...... احمد بن محمد بن خالد برقی
④ ...... کتاب التنزیل فی القرآن والتحریف ...... علی بن حسین بن فضال
⑤ ...... تاویل الآیات الباھرۃ فی عترۃ الطاھرۃ ...... شیخ کامل شرف الدین نجفی

اس کے علاوہ دیگر کئی ایک کتب میں اس عنوان پر مستقل ابواب ہیں اور شیعہ مذہب کی کتب اربعہ میں سینکڑوں روایات بھی عقیدۂ تحریف پر موجود ہیں۔ علماء اہل سنت نے ہر زمانہ میں علمی تعاقب کرتے ہوئے اہل تشیع کو اسی جڑ سے پکڑا ہے۔ علماء عرب و عجم کی

جملہ کتب کا آپ مطالعہ کر لیجیے، علماء شیعہ اہل سنت کی اس مضبوط گرفت سے اپنی کلائی نہ چھوڑا سکے۔ امام اہل سنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ نے اس عنوان پر کئی رسائل لکھے، جن میں چند ایک کے نام یہ ہیں:

① ......اقامة البرهان على ان الشيعة اعداءِ القرآن

② ......نهاية الخسران لمن ترك القرآن

③ ......اجوبة المحتيرين فى ترك الكتاب المبين

④ ......تحذير المسلمين عن خداءِ الكاذبين

⑤ ......شيعه اور قرآن

یہ تمام مقالات و مضامین آج تک لاجواب ہیں، اور صبح قیامت تک اعداءِ دین کی چھاتیوں پر بار رہیں۔

"لکلّ فن رجال" کے تحت ہر موضوع اور فن کے لیے رجال کار کا مختص ہونا ایک طے شدہ ضابطہ ہے۔ کسی بھی فرقے یا فتنے کے اصلی خدوخال وہی شخص بتا سکتا ہے، جس نے از اوّل تا آخر اس کو پڑھا ہو اور اس کے نشیب و فراز پر ڈھلکی ہوئی فکر پر گہری نگاہ رکھتا ہو۔ انسانوں کا معالج اگر گائے کو انجکشن لگانے پر قادر نہیں تو اس کے فنِ طبابت پر قطعاً کوئی حرف نہیں آئے گا۔ اسی طرح کوئی بڑا محقق، صاحبِ فن اور زہد و تقویٰ سے مزین عالم دین کسی فرقے کے متعلق کماحقہ آگاہی حاصل نہ کر سکے اور کوئی رائے پیش کر دے تو ان کی رائے کو مسترد کیا جا سکتا ہے، اگرچہ ادب اور تعظیم کی نگاہیں بھی بدستور جھکی رہیں گی۔

حضرت مولانا علامہ سیّد شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ایک متبحر عالم دین تھے۔ محض عالم ہی نہیں، علم و فضل کے ستاروں پر تحقیق کی کمندیں ڈالنے میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ "شیعیت" آپ کا موضوع نہیں تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "علوم القرآن" میں اہل تشیع کو عدمِ تحریف قرآن کا قائل لکھا تو حضرتِ اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے انتہائی شستہ اور شائستہ لہجے میں اس کی توضیح و تشریح کر کے اہل علم کو

خبردار کیا۔ اس کتابچہ میں مسئلہ ھذا پر بحث تو ہے ہی، حضرت علامہ افغانی رحمہ اللہ اور خود صاحبِ مضمون (رحمہ اللہ) کے علمی و تعلیمی حالات پر بھی کسی قدر مواد آ گیا ہے۔ گویا اہل ذوق بیک نظر کئی ایک زاویوں سے مطلع ہو سکیں گے۔

یہ کتاب بھی "سُنّی اکیڈمی" کی جانب سے پیش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو حضرت اقدس رحمہ اللہ کی دیگر نگارشات باری باری سُنی قوم کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ...... اس سلسلہ میں اہل دل اور درد سے خصوصی دعاؤں اور مشاورت کی التجاء ہے۔

وفات

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو رحلت فرمائی اور اپنے آبائی قصبہ "بھیں"، ضلع چکوال اپنے عظیم المرتبت والدِ گرامی کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرما کر کروٹ کروٹ آپ کو جنت نصیب کرے اور آپ کے وارثین و معتقدین کو آپ کے نقشِ قدم پر چلا کر دینِ اسلام کے ہر شعبہ میں اپنی توانائیاں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مجھ کو معلوم نہ تھا تیری قضاء پہلے
کہ نجم تاباں بھی زمین دوز ہوا کرتے ہیں

فقط

محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامعہ مسجد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

394-L سبزہ زار سکیم، ملتان روڈ، لاہور

۱۱ مئی ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم دیو بند جانے سے پہلے فخر العلماء حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ کا نام بھی سنا نہ تھا، دار العلوم میں داخلہ کے بعد آپ کی شخصیت کا علم ہوا۔ آپ ظاہری طور پر بھی بھاری بھرکم اور بہت وجیہہ تھے۔ اُس زمانہ میں آپ کی داڑھی سیاہ تھی۔ طلبہ میں آپ کی وسعتِ علمی کا چرچا تھا۔ بندہ کو دو سال ۱۳۵۷ھ/۱۳۵۸ء دار العلوم میں قیام کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ دار العلوم میں داخلہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ داخلہ کا امتحان خود شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے لیا تھا۔ پنجاب میں حماسہ پڑھا تھا وہاں متنبی پڑھی۔ پہلے سال ۱۳۵۷ھ شرح عقائد نسفی، مختصر المعانی، متنبی اور مشکوۃ شریف کے اسباق تھے۔ شرح عقائد حضرت مولانا نافع گل صاحب کے پاس تھی، مختصر المعانی اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا عبد السمیع صاحبؒ سے پڑھیں اور متنبی شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب قدس سرہ سے پڑھی۔ دوسرے سال ۱۳۵۸ھ دورہ حدیث کی تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی۔ بخاری اور ترمذی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب محدث مدنی قدس سرہ سے پڑھیں۔ شمائل ترمذی شریف حضرت شیخ الادب نے پڑھائی۔ مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ کے پاس تھی۔ ابو داؤد شریف شروع میں حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے پڑھائی اور اس کی تکمیل حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ (سابق مفتی دار العلوم دیو بند) نے فرمائی۔ طحاوی شریف حضرت مولانا افغانیؒ کے پاس تھی۔ آپ جامع المعقولات والمنقولات تھے۔ درس میں آپ جس موضوع پر بحث فرماتے تھے ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ گویا علم کا ایک بحر بیکراں ہمارے سامنے ہے۔ لیکن درمیان سال میں علامہ افغانی خان آف قلات کی خواہش پر ریاست قلات تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے بطور وزیر معارف اسلامی خدمات انجام دیں۔ دار العلوم میں حضرت افغانی سے تعلق صرف درس سے استفادہ کی حد تک رہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ چھٹیوں میں وطن واپس آتے ہوئے ایک مرتبہ آپ کی معیت میں دیوبند سے مندرہ (ضلع راولپنڈی) تک ریل میں سفر کیا تھا۔ دار العلوم دیوبند میں علم وعمل، تقویٰ وللّٰہیت اور خلوص واستقامت کے جو مظاہر دیکھے اس کا پہلے کوئی تصور ہی نہ تھا۔ خصوصاً حضرت مولانا مدنی قدس سرہ کے درس کی جامعیت، آپ کی علمی و روحانی شخصیت اور آپ کے ارشادات وواردات کی جو جاذبیت تھی وہ کسی اور شخصیت میں نظر نہیں آئی۔

اُخروی نجات مذہب اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہے

کتاب وسنت کی روشنی میں مذہب اہل السنّت والجماعت برحق ہے اور اسی مذہب حق سے اخروی نجات وابستہ ہے۔

اہل السنّت والجماعت ہی ناجی گروہ ہے چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہل السنّت والجماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے عقیدے کا درست کرنا لازمی ہے تاکہ اخروی نجات وکامیابی متصور ہو سکے اور بداعتقادی جو اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے سمِ قاتل ہے جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے۔" (مکتوبات امام ربانی جلد دوم متن فارسی صفحہ ۱۳۵ مکتوب نمبر ۶۷ و مترجم اُردو دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۶۲)

اسی سلسلہ میں حضرت مجدد حدیث "ما انا علیہ و اصحابی" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"صحابہ نے پوچھا وہ نجات پانے والا فرقہ کون سے لوگ ہوں گے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ وہی ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے۔ (علیہ وعلی آلہ والصلوۃ والسلام) اور وہ نجات پانے والا ایک فرقہ اہل السنّت والجماعت ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑے ہوئے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہل السنّت والجماعت کے عقیدے پر ثابت قدم رکھ اور انہیں کی جماعت میں ہماری موت ہو اور انہیں میں ہمیں اٹھا۔" الخ

(ایضاً مکتوب نمبر ۶۷۔ و مترجم اُردو صفحہ ۷۲)

اور الحمد اللہ اپنے دور میں اکابر علمائے دیو بند مذہب اہل السنّت والجماعت کے ترجمان، متبع اور محافظ تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

نظام العلماء کا قیام

جنرل محمد ایوب خان مرحوم کے مارشل لاء کی وجہ سے جب دوسری سیاسی پارٹیوں سمیت جمعیت علمائے اسلام پاکستان بھی کالعدم قرار دی گئی تو علمائے اسلام نے نظام العلماء کے نام سے ایک غیر سیاسی جماعت قائم کی۔ ان دنوں علامہ افغانی رحمہ اللہ ریاست قلات سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ آپ نے نظام العلماء کے سٹیج سے بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ حالات حاضرہ کے پیش نظر آپ کی تقریر عقلی اور نقلی دونوں اعتبار سے بڑی مدلل ہوتی تھی اور آپ کی تقریر سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ بہت متاثر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا افغانی کی تقریر کے بعد ہماری تقریر کون سنتا ہے۔ ہم تو سیاسی چٹکلوں سے سامعین کو بٹھائے رکھتے ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ایوبی مارشل لاء کے ابتدائی دور میں امیر العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کو چھ ماہ کے لیے لاہور میں پابند کر دیا

گیا تھا۔ صدر ایوب نے جب عائلی قوانین نافذ کیے تو ان حضرات نے شرعی دلائل سے اس کی سخت مخالفت کی، حتیٰ کہ کھلی گرفتاریوں کے لیے مستقل تحریک چلانے کا بھی پروگرام بنایا گیا تھا اور جماعتی ڈکٹیٹر بھی مقرر کر دیے گئے تھے جن کے ذمہ یہ تھا کہ فلاں فلاں مقام پر تقریر کر کے گرفتاری دینی ہے۔ میرے ذمہ یہ تھا کہ فلاں جمعہ سے پیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد شیرانوالہ میں تقریر کر کے گرفتاری دینی ہوگی۔ یہ پروگرام چند مخصوص حضرات کی موجودگی میں راز داری سے بنایا گیا تھا جس میں حضرت مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اور احرار لیڈر شیخ حسام الدین صاحب مرحوم بھی۔ شیخ حسام الدین صاحب کو ہم نے مخلص پایا ہے۔ لیکن کسی وجہ سے پھر یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت وفاق المدارس کے بھی صدر تھے۔ وفاق اور نظام العلماء کے اجلاسوں میں علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوتی رہتی تھی اور حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ بندہ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے اور مشوروں میں شریک کرتے تھے۔ بعد میں علامہ مرحوم جامعہ اسلامیہ بہاولپور یونیورسٹی میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ پھر حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ بہاولپور کے قیام میں علماء نے آپ سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا ہے۔

فتنہ الحاد و کمیونزم اور علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ افغانی خلافِ اسلام خارجی اور داخلی فتنوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ دورِ حاضر میں کمیونزم (اشتراکیت) اسلام کے خلاف ایک کھلم کھلا فتنۂ کفر ہے جس کی بنیاد ہی انکارِ دین بلکہ انکارِ خالقِ کائنات پر ہے۔ امتِ مسلمہ کی معاشی مشکلات کا اصولی طور پر حل موجود ہے، اسلام تو وہ خالقِ کائنات کا دین اور راہِ ہدایت ہے جو انسان کو صحیح معنیٰ میں انسان اور بندۂ پروردگار بناتا ہے۔ علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ تقریر و تحریر میں جدید سائنس کی روشنی میں فلسفیانہ دلائل سے اسلام کی حقانیت ثابت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی موضوع پر آپ نے "کمیونزم اور اسلام"، "ترقی اور اسلام" اور "اسلام دینِ فطرت ہے" وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ مولانا افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اسلام دینِ فطرت ہے" میں قرآن مجید کے

الفاظ اسلام، دین اور فطرت کی اپنے انداز میں محققانہ تشریح فرمائی ہے۔ رسالہ کے آخر میں آیت ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہے) کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

اس آیت میں بالترتیب تین چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ انسانی وحدت گویا افراد انسانی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی کنبہ ہیں۔

۲۔ قومی ونسل امتیازات تعارف کے لیے ہیں، تحارب یعنی باہمی جنگ وجدال کے لیے نہیں۔

۳۔ انسانی افراد میں کوئی چیز معیارِ شرافت نہیں بجز خدا ترسی اور نیک کرداری کے۔ اگر ان تینوں امور پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے تو دنیا سے آج ہی تمام فسادات اور بدامنیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور انسان اپنے فطری امن کو پا سکتا ہے۔ بین الاقوامی اور بین الممالکی امن کے لیے یہی ایک علاج ہے کہ کل قومیتیں اور حکومتیں اپنے بادشاہ حقیقی اور حاکم اصلی کی ماتحتی تسلیم کر لیں اور اسی کے قانون کے مطابق عمل اور برتاؤ کریں اور قومی ،وطنی، نسلی جانبداری کو توڑ دیں۔ الخ (ص ۳۲)

(۲) آپ کی کتاب ''کمیونزم اور اسلام'' اپنے موضوع پر بڑی جامع ہے اور قدیم وجدید دونوں طبقوں کے لیے بہت مفید ہے۔ مولانا افغانی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''اقوام عالم کے معاشی میدان میں اس وقت تین نظریات میں باہمی کشمکش ہے۔ وہ نظریات حسب ذیل ہیں:

۱۔ سرمایہ دارانہ نظریہ۔

۲۔ اشتراکی نظریہ۔

۳۔ اسلام کا اعتدالی نظریہ۔

اول الذکر دونوں نظریات کی پشت پر عظیم عالمی طاقتیں، تصنیفات اور

مخصوص نظام تعلیم موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان دونوں نظریات پر ان کے حامیوں کو پختہ یقین ہے اور وہ خود ان کی عملی زندگی میں یہ نظریات نافذ ہیں۔ لیکن اسلامی معاشی نظریہ ان سب امور سے محروم ہے جس کے نتیجہ میں وہ دونوں نظریات بالخصوص اشتراکی نظریہ سرعت کے ساتھ مسلمانوں میں پھیلتا جارہا ہے جس سے ان کے علمی وجود اور قومی تاریخ کے فنا ہونے کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے اور ڈر ہے کہ کارل مارکس کا یہ یہودیانہ نظریہ ہمارے قیمتی ملی اثاثہ کو برباد نہ کر ڈالے۔ بنابراں میں نے ضعف بدنی اور انتہائی مصروفیات کے باوجود یہ کتاب لکھی کہ تاکہ تعلیم یافتہ طبقہ اس کتاب کے آئینے میں تینوں نظریات کا موازانہ کر کے ایک صحیح رائے قائم کرے۔'' (جامعہ اسلامیہ بہاولپور ۸/صفر ۱۳۸۸ھ)

علامہ افغانی رحمہ اللہ سرمایہ دار نظام اور اشتراکیت دونوں کا بانی یہود کا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ا۔ ''عالم کا یہ مادی فتنہ جس نے دو بلاکوں میں دنیا کو تقسیم کیا اور دونوں میں مستمر سرد یا گرم جنگ قائم ہے یہودی فتنہ ہے۔ اس ملعون قوم نے ان دونوں نظاموں کو تشکیل دی۔

اب پوری دنیا یہودی چکی کے دو پاٹوں میں (سرمایہ داری اور کمیونزم) پسی جارہی ہے۔ یہ ملعون قوم صرف اس معاشی فتنہ کی علمبردار نہیں بلکہ تمام دینی فتنوں کا اصلی سرچشمہ بھی یہود ہیں۔ (صفحہ ۱۷)

حضرت مدنی رحمہ اللہ اور علامہ اقبال رحمہ اللہ کی بحث

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ۸/جنوری ۱۹۳۸ء کی رات کو دہلی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں۔ دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں حالانکہ ان میں

یہودی بھی ہیں ،نصرانی بھی ہیں۔''الخ۔

۹ رجنوری کے روزناموں میں حضرت کی یہ تقریر ردوبدل کے ساتھ شائع ہوئی۔شاعر ملت علامہ اقبال مرحوم کو بھی حضرت کی تقریر کی غلط رپورٹ پہنچائی گئی ،کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مذہب وملت کا دارومدار وطنیت پر ہے جس کے ردعمل میں علامہ اقبال مرحوم نے حسب ذیل تین اشعار سپرد قلم کردیے۔

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال مرحوم (متوفی ۱۹۳۸ء) نے اپنے اشعار کی بنیاد''ملت از وطن'' کو بنایا ہے حالانکہ حضرت مدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵۷ء) نے ملت کا لفظ استعمال نہیں کیا قوم کا لفظ استعمال کیا ہے اور دونوں میں فرق ہے۔ملت میں مذہبی اور دینی وحدت ملحوظ ہوتی ہے لیکن قوم کا اطلاق عام ہے جس کی بنیاد قرابت داری بھی ہوسکتی ہے اور وطنیت وغیرہ بھی۔بہر حال حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تقریر اور علامہ اقبال مرحوم کے ان اشعار کی وجہ سے ملک میں شدید ردعمل ہوا۔فریقین کی حمایت میں اخبارات میں مضامین شائع ہوئے۔بالآخر حضرت مدنی رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں میں سے علامہ طالوت نے ایک عریضہ کے ذریعہ خود حضرت مدنی رحمہ اللہ سے آپ کی زیر بحث تقریر کی وضاحت چاہی تو حضرتؒ نے اس کے جواب میں علامہ طالوت مرحوم کو لکھا کہ:

میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ:

''موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں۔

دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں۔ نصرانی بھی ہیں۔ پروٹسٹنٹ بھی ہیں، کیتھولک بھی یہی حال امریکہ، جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے۔ الخ۔

حضرت نے اسی مکتوب میں لفظ قوم کے استعمال کے متعلق فرمایا ہے کہ:

قوم کا لفظ ایسی جماعت پر اطلاق کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جامعیت کی موجود ہو۔ خواہ وہ مذہبیت ہو یا نسل یا زبان یا پیشہ یا رنگ یا کوئی اور صفت مادی یا معنوی۔ کہا جاتا ہے عربی قوم، عجمی قوم، ایرانی قوم، مصری قوم، صوفیوں کی قوم وغیرہ''

اور ملت کے متعلق حضرت نے لکھا ہے:

قاموس میں ہے: وبالکسر شریعۃ الدین۔ یعنی ملت شریعت اور دین کے لیے بولا جاتا ہے۔

علامہ طالوت نے حضرت مدنیؒ کی تقریر کی وضاحت علامہ اقبالؒ کو اپنے عریضہ کے ذریعہ پہنچائی۔ تو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنے جوابی مکتوب (۱۸ر فروری ۱۹۳۸ء) میں جناب طالوت کو یہ لکھا کہ:

جو اقتباسات آپ نے ان کے خط سے درج کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ: ''آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔'' اگر ان کا مقصد ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کو بیان کرنا ہے تو اس میں پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔

البتہ اگر ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کرلیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی۔ اس خیال سے بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس بات کا صاف ہو جانا

ضروری ہے کہ مولانا کا مقصد ان الفاظ سے کیا تھا۔ مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلایئے کہ میں ان کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔"

اس کے جواب میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اپنی تقریر کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طالوت کو اپنی تقریر کے متعلق یہ لکھا تھا کہ:

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ: موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے ہم کو ایسا کرنا چاہئے۔ یہ خبر ہے انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کا ذکر بھی نہیں کیا پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے"۔

حضرت کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا تو علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں روزنامہ احسان لاہور کے ایڈیٹر صاحب کو خط لکھا اور اس میں حضرت مدنی کے خط کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا کہ:

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے عقیدت مندوں کے جوشِ عقیدت کی بھی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدا تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے اور زیادہ مستفید فرمائے۔ نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔"

علامہ اقبال مرحوم کا یہ مکتوب روزنامہ "احسان" لاہور مورخہ ۲۸ ؍ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا اور یوں حقیقت حال ظاہر ہونے کے بعد علامہ اقبال مرحوم نے اپنا وہ اعتراض

واپس لے لیا جو اپنے اشعار میں انہوں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ پر کیا تھا۔ یہ علامہ اقبال مرحوم کی دیانت وخلوص کی دلیل ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگ اب بھی شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ قدس سرہ پر یہ اشعار چسپاں کرتے رہتے ہیں، حضرت مدنی رحمہ اللہ اور علامہ اقبال کے اس اختلاف کے بارے میں مفصل بحث جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ماہنامہ الرشید کے مدنی واقبال نمبر ۱۳۸۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدیر بینات کراچی نے ''اقراء ڈائجسٹ'' فروری ۱۹۸۷ء میں بھی اس مسئلہ پر اچھی بحث کی ہے جو قابلِ استفادہ ہے۔

علامہ افغانی رحمہ اللہ کے اشعار

جن دنوں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ اور شاعر ملت علامہ اقبال مرحوم کے مابین مسئلہ قومیت پر بحث جاری تھی علامہ افغانی رحمہ اللہ نے بھی علامہ اقبال کے جواب میں اشعار کہے تھے اور طحاوی شریف کے درس میں آپ نے وہ اشعار طلبہ کو سنائے تھے۔ بندہ نے بھی اس وقت نوٹ بک میں وہ اشعار لکھ لیے تھے جو درج ذیل ہیں:

نظام قوم بدو گونہ می شود پیدا
اگر ہنوز ندانی کمال بولھبیست
نظام ملت واحد باختلاف بلاد
قوام گیر زجذب محمد عربی است
نظام دوم کہ قائم میاں صد ملل است
نظام وحدت ملکیت ایں چہ بوالعجبی است

مطلب یہ ہے کہ قوم کا اطلاق ملی اور دینی وحدت کی بناء پر بھی ہوتا ہے مثلاً مسلم قوم، ہندو قوم وغیرہ اور قوم کا اطلاق اختلاف مذاہب کے باوجود ملکی وحدت کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ حضرت افغانیؒ نے اور اشعار بھی سنائے تھے یا صرف یہی تین تھے۔ میری

نوٹ بک پر یہی تین اشعار لکھے ہیں۔ چونکہ علامہ افغانی رحمہ اللہ نے حضرت مدنی قدس سرہ کے دفاع میں یہ اشعار کہے تھے اس لیے علامہ افغانی رحمہ اللہ کے تذکرے میں مختصراً اس اختلافی بحث کا ذکر کرنا پڑا ہے اور اس لیے بھی تاکہ جو قارئین اس بحث کی حقیقت سے ناواقف ہیں وہ حقیقت حال سے مطلع ہو جائیں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ اور علامہ اقبال رحمہ اللہ میں سے کسی سے بدگمانی نہ رکھیں۔

قادیانی فتنہ ارتداد اور علامہ افغانی رحمہ اللہ

اسلام اور نبوت کے عنوان پر قادیانی فتنہ ایک بہت بڑا کفر کا دجالی فتنہ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے ادعائے نبوت کی صورت میں اُٹھا۔ قادیانیت دراصل انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جس نے اس کے ذریعہ امت مسلمہ کو رحمت للعالمین خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مرکزیت ختم نبوت سے ایمانی رشتہ توڑنے اور قادیانی کذاب سے کافرانہ رشتہ جوڑنے کی جدوجہد کی اور مرزا قادیانی کے ذریعہ اسلامی جہاد کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے فرنگی استبداد کے تحفظ کے لیے یہ شعر الاپا ہے:

تم چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب قتل اور قتال

ساری ملت اسلامیہ نے مرزائیت (قادیانی ہوں یا لاہوری مرزائی) کا ابطال کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی دجال اور اس کے پیروکاروں (قادیانی مرزائی ہوں یا لاہوری) کو قطعی کافر قرار دیا۔ اکابر علمائے نے دلائل سے اس کا کافر ہونا ثابت کیا۔ پاک و ہند کے علمائے کرام کی جدوجہد اور ایثار و قربانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ بھٹو دور حکومت میں قانوناً مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا اور یوں ہر پہلو سے مرزائیوں کے کفر پر مہر لگا دی گئی۔

علمائے حق کی طرح علامہ افغانی رحمہ اللہ نے اس فتنہ ارتداد کا تحریر و تقریر کے ذریعہ رد کیا۔ سنا ہے کہ آپ نے لاہور میں ایک قادیانی مناظر سے مجمع عام میں مناظرہ بھی کیا تھا۔ علامہ

کے دلائل کے سامنے باطل کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ آپ نے اپنی کتاب "علوم قرآن" میں بھی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر قلم اٹھایا ہے اور مرزا قادیانی کی ہذلیات اور کفریات کا زور وشور سے رد کیا ہے چنانچہ (۱) بعنوان "حکمت نزول عیسیٰ بلحاظ ختم نبوت" آیت و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق یہ عہد انبیاء علیہم السلام سے خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں لیا گیا گو حضور کریم ﷺ نبی الامم اور نبی الانبیاء بھی ہیں۔ آیت مذکورہ میں انبیاء علیہم السلام نے خاتم الانبیاء کی نبوت کو اعتقاداً اور اقراراً تسلیم کیا اور نصرت بالواسطہ بھی کی۔ ابنیاء علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کردی اور اپنی امتوں کو آپ کے نبی ہونے اور امداد دینے کی تاکید فرمائی۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی کتاب استثناء باب ۸۔ باب ۲۳ داؤد علیہ السلام نے زبور باب ۴۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے الغزلات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل یوحنا باب ۱۹۔ آیت ۵ تا آیت ۱۵ میں اعلان کیا۔ اب ضرورت تھی کہ آپ کی نبی الانبیائی کا عملی بالذات ظہور ہو جس کی ایک صورت حدیث معراج میں آپ کی امامت انبیاء علیہم السلام کی شکل میں ہوئی اور دوسری عملی صورت یہ ہوئی کہ آپ سے قریب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ تک زندہ رکھ کر نبی ہونے کے باوجود امتی کی پوزیشن میں خدمت دین محمدی کے لیے آسمان سے نازل فرمانا طے کیا گیا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جملہ انبیاء علیہم السلام سابقین کے نمائندہ کے طور پر شرع محمدی کی خدمت و نصرت عملی رنگ میں انجام دیں اور حضور ﷺ کی نبی الانبیائی کے عہدہ کو نمایاں کردیں۔ نبی الانبیائی کے منصب کی عملی تکمیل آئندہ کسی نبی کے ذریعہ ممکن نہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند تھا۔ اس لیے سابق انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی وآخری وقت کی نصرت دین محمدی و اظہار شان نبی الانبیائی کے لیے باقی رکھنا جو حضور کریم ﷺ کے بعد عطائے عہدہ نبوت کی بندش کی

دلیل ہے۔ یہی حکمت نزول عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے ختم نبوت کی حیثیت سے ہے۔ (علوم القرآن صفحہ ۲۸۰)

سبحان اللہ کس قدر جامعیت کے ساتھ حکمت نزول مسیح علیہ السلام کے تحت علامہؒ نے حضور رحمت للعالمین ﷺ کے منصبِ ختم نبوت کا اثبات فرمایا ہے۔

عقیدہ نزول مسیح

مرزا غلام احمد قادیانی دجال نے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور احادیث میں جو صفات وعلامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قربِ قیامت میں آسمان سے نزول کی بیان فرمائی گئی ہیں باطل تاویلات کے سہارے ان کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا عقیدہ اختراع کیا۔ علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے اپنی نمایاں علمی اور تحقیقی شان کے مطابق اپنی کتاب ''علوم القرآن'' میں اس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا ہے اور بڑی تفصیل سے قادیانی استدلات کا رد فرمایا ہے۔ مرزا کی تصانیف ''آئینہ کمالات اسلام'' اور ''ازالہ اوہام'' وغیرہ کے حوالجات بھی پیش کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قادیانی تصانیف پر بھی عبور حاصل تھا۔ علامہ نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری سمیت زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان سے نازل ہونا ثابت فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''آیات حیات مسیح علیہ السلام کثیر التعداد میں اور احادیث توحدِ تواتر کو پہنچتی ہیں لیکن ہم نے بغرض اختصار پانچ آیات اور صرف چار احادیث پر اکتفا کیا ہے۔ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے تحفظ ایمان وگمراہی سے بچانے کے لیے حضرت مسیح کی جو علامات ذکر کی ہیں وہی کافی شافی ہیں اور جو گمراہ کہ استعارات اور مجازات سے وہ پوری تاریخ اور ایک دنیا کو بدل سکتے ہیں ان کے لیے قرآن و احادیث کا دفتر بھی بیکار ہے۔'' الخ۔

نزول مسیح کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے پانچویں حکمت کے تحت علامہ افغانی لکھتے ہیں:

''پانچویں حکمت یہ ہے کہ موجودہ دور کے عالمی فتنوں اور ایٹمی تباہیوں کے بانی مبانی یہود و نصاریٰ ہیں۔ اشتراکیت کا بانی کارل مارکس یہودی ہے۔ ایٹم بم کا موجد شوپن ہار یہودی ہے۔ تہذیب جدید کے خدا فراموشانہ، فاسقانہ معاشرہ اور انسان کش سامراجیت کی بنیاد مسیحی طاقتوں نے قائم کی ہے اور دیگر مذاہب والوں کو بگاڑنے والی بھی عیسائی قومیں ہیں۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ایک اسرائیلی پیغمبر جو مسیحی اقوام کا پیشوا ہے انہی کے ہاتھوں ان کی امت کے پیدا کردہ فساد کا خاتمہ ہو۔ الغرض امت مسیح علیہ السلام نے مادی اور سائنسی ایٹمی ذرائع سے جو عالمی فساد برپا کیا ہے اور زمینی قوتیں اس کے مقابلے سے عاجز ہیں اور اب بجز مذکورہ آسمانی تدبیر کے زمین کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے۔ اس لیے عقلاً بھی نزول مسیح علیہ السلام کی ضرورت ہے جو خدا کی تدبیر نے ہزاروں سال پیشتر طے کر دیا ہے نہ کہ دجالی قوتوں کا وہ کاسہ لیس شخص جو مسیحیت کی دکان جما کر دجالی قوتوں کا دست و بازو بن جائے اور اسلام کے چودہ سو سال میں کمائے ہوئے مسلمانوں کو کافر کہہ کر سابق محنت کو بھی ختم کر دے۔

(علوم القرآن صفحہ ۲۸۳)

نزول مسیح علیہ السلام کے موضوع پر علامہ افغانی رحمۃ اللہ نے مفصل بحث فرمائی ہے جو نہایت جامع ہے یہاں بطور نمونہ آپ کی بعض عبارات پیش کر دی ہیں ......

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

فتنہ مودودیت اور علامہ افغانی رحمۃ اللہ

اسلام کے داخلی فتنوں میں سے اسلام کے نام پر فتنہ مودودیت بھی ایک خطرناک فتنہ ہے کہ ہر تعلیم یافتہ آدمی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لیے کئی اہل علم اور اسلامی ذہن رکھنے والے شاعر و اہل قلم بھی اس فتنہ کی لپیٹ میں آ گئے۔ لیکن اربابِ تحقیق و بصیرت پر حق تعالیٰ نے اس فتنہ کا انکشاف فرما دیا جن کے مقتداء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین

احمد مدنی قدس سرہ ہیں۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اتباع وتائید میں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب سہارنپوری ثم المدنی قدس اللہ اسرارھم نے مودودی فتنہ سے امت مسلمہ کو بچانے کی پوری جدوجہد فرمائی۔ حضرت لاہوریؒ نے ''حق پرست علماء کے مودودیت سے ناراضگی کے اسباب'' اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے ''فتنہ مودودیت'' میں اس فتنہ کی نشاندہی فرمائی۔ مجاہد اعظم امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے خود مودودی صاحب کو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مباہلہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ نے ''مودودی جماعت اسلامی کے جماعتی دستور پر شرعاً سخت گرفت فرمائی اور اپنی کتاب ''مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت'' میں عصمت انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے پر کتاب وسنت کے دلائل قاطعہ سے مودودیت کا ابطال فرمایا اور حضرت نے اس میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

> ''مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اس پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں''۔

(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت صفحہ ۷۳ مطبوعہ مکتبہ حسینہ ہرنولی ضلع میانوالی)

۲۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

> ''حدیث میں جو امت کے تہتر (۷۳) فرقوں کی خبر آئی ہے اور صرف ایک فرقہ کو ناجی اور دوسرے تمام فرقوں کو غیر ناجی فرمایا گیا ہے۔ میں دلائل و براھین کی روشنی میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی بھی انہی غیر ناجی فرقوں میں سے ہے۔'' (الجمعیت دہلی شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۵۹ و شیخ الاسلام نمبر مطبوعہ گوجرانوالہ صفحہ ۳۱۳)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہ ارشادات وقتی جذبات یا کسی جماعتی عصبیت پر مبنی

نہیں ہیں بلکہ ان کا منشا وہ نورِ بصیرت ہے جو علیم وحکیم خدائے برتر نے آپ کو اس فتنہ کے بارے میں عطا فرمایا تھا۔

خمینی مودودی بھائی بھائی

حضرت مدنی قدس سرہ کے مذکورہ ارشادات اس وقت کے ہیں کہ نہ مودودی صاحب نے ''خلافت وملوکیت لکھی تھی اور نہ تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور نہ اس وقت مودودی جماعت کوئی زیادہ موثر تنظیم تھی۔ لیکن یہ سب کچھ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، کے تحت تھا''

اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ پاکستان کے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ایران کے شیعہ نائب امام خمینی صاحب کے باہمی گہرے روابط کا انکشاف ہوا۔ انقلاب کے بعد خمینی صاحب نے پاکستان میں اپنے دو نمائندے مودودی صاحب کے پاس اپنی خاص چٹھی دے کر بھیجے تھے۔ لاہور ائیر پورٹ پر ان کا شاندار استقبال امامیہ سٹوڈنٹ فیڈریشن اور جماعت اسلامی کے رضا کاروں (اسلامی جمعیت الطلبہ) نے کیا اور جلوس کی شکل میں وہ مودودی صاحب کے پاس اچھرہ لائے گئے۔ اس جلوس میں مودودی جماعت کے قاضی حسین احمد (جنرل سیکرٹری جماعت الاسلامی پاکستان بھی تھے جو اب متحدہ شریعت محاذ کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں) اس جلوس میں حسب ذیل نعرے لگائے گئے تھے۔ رہبر ما خمینی است، راہبران ما مودودی خمینی۔ انقلاب انقلاب۔ اسلامی انقلاب۔ مودودی خمینی بھائی بھائی۔ علاوہ ازیں اس جلوس میں: درود بر خمینی بت شکن کا بھی نعرہ لگایا گیا۔ (بلاحظہ ہو ہفت روزہ ایشیاء لاہور ۲۱ر جنوری ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۰۔۸) مودودی جماعت کے ہفت روزہ ایشیاء کی رپورٹ کی تفصیل میرے پمفلٹ ''شریعت بل کا جائزہ'' میں بھی درج ہے۔

وفات مودودی وتعزیت نامہ خمینی

مودودی صاحب کی وفات پر ایران کے انقلابی رہنما خمینی صاحب نے جو تعزیت نامہ ارسال کیا تھا۔ ہفت روزہ شیعہ لاہور مورخہ ۱۸ر اکتوبر 1979ء میں حسب ذیل کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

"سید مودودی صرف پاکستان میں ہی نہیں پورے عالم اسلام کے قائد تھے ان کے اسلامی فکر نے پوری اسلامی دنیا میں اسلامی انقلاب کی تحریک برپا کردی۔ ان کا انتقال دنیائے اسلام کا عظیم نقصان ہے۔ ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔"

اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ خمینی جو خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو برحق خلیفہ نہیں مانتے بلکہ وہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ان حضرات کو غاصب قرار دیتے ہیں وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تو قرآن کی نصوص کا مخالف کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ان کی کتاب "کشف اسرار صفحہ ۱۴۷۔۱۴۱۔۱۳۹۔) لیکن وہ مودودی صاحب کو عالم اسلام کا قائد تسلیم کرتے ہیں اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں"۔

ایں چہ ابوالعجبی ست

مودودی صاحب علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے امت مسلمہ کے اس داخلی فتنہ مودودیت کو نظر انداز نہیں کیا اور اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ تحریر فرمایا:

"مودودی صاحب کی تحریرات پر نظر ڈالی۔ موصوف کے متعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ آپ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں اس لیے اس کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتے ہیں جس کے لیے اصلی اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے اس لیے وہ اپنی ترمیم کے تخریبی عمل کو انشا پردازی، اقامت دین کے نعروں، یورپی طرز کے پروپیگنڈا کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں۔ نفسانی تعلی اور فقدان خشیت اللہ، اور عوام میں بھی ان دو بیماریوں میں مبتلا افراد کی کمی نہیں۔ یہی باطنی ہم رنگی دائرہ تحریک کی توسیع کا اصلی سامان ہے۔"

علامہ افغانی رحمہ اللہ کی یہ رائے میری کتاب ''مودودی مذہب'' میں بھی مندرج ہے اور ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور مورخہ ۱۹؍جون ۱۹۶۴ء میں بھی منقول ہیں۔ اس میں علامہ افغانیؒ کی مندرجہ رائے کے یہ آخری الفاظ بھی لکھے ہیں:

مولانا مظہر حسین صاحب اور دیگر علمائے حق نے پردوں میں اس چھپی ہوئی حقیقت کو عوام پر ظاہر کردیا اور سعید روحوں کے لیے راہِ ہدایت کھول دی فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین.

(شمس الحق افغانی عفی اللہ عنہ ۵ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ)

علامہ افغانی رحمہ اللہ کی رائے کا یہ آخری حصہ میری کتاب مودودی مذہب میں منقول نہیں ہے۔ ترجمان اسلام میں پوری عبارت ہے۔''

فتنہ انکارِ حیات النبی ﷺ اور علامہ افغانی رحمہ اللہ

غلو فی التوحید کے نتیجہ میں بعض علماء نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا انکار کردیا ہے اور زیادہ حیرت ناک اور افسوسناک امر یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے علماء قبل ازیں مسلک دیوبند کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک تو قبر اطہر میں محفوظ ہے لیکن وہ بے جان ہے، روح نبوی ﷺ کا اس جسم اطہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں کوئی حیات حاصل ہو۔ اسی بناء پر یہ لوگ دور سے بذریعہ ملائکہ روضہ مقدسہ میں درود شریف پہنچنے اور قبر مبارک کے پاس پڑھے جانے والے درود شریف کے سماع (یعنی حضور ﷺ کے سننے) کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں عقیدے امت کے متفق علیہ عقائد میں سے ہیں اور اس سے پہلے اہل السنّت والجماعۃ میں سے کسی معتمد عالم نے ان کا انکار نہیں کیا۔ جس کسی بزرگ نے آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات کو برزخی کہا ہے تو وہ عالم برزخ کی نسبت سے کہا ہے لیکن رحمت للعالمین ﷺ کے جسد اطہر میں روح کے تعلق سے حیات کا کسی نے انکار نہیں کیا اور جن اکابر نے اس حیات کو برزخی دنیوی فرمایا ہے تو ان کی مراد بھی یہ نہیں کہ من کل الوجوہ قبر مبارک میں وہ

دنیوی حیات حاصل ہے جو وفات سے قبل اس جہان میں تھی بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ روح انور کا تعلق اسی جسم اطہر سے ہے جو وفات سے پہلے اس جہان میں تھا نہ یہ کہ صرف روح زندہ ہے یا روح کو جسم مثالی کے ساتھ حیات حاصل ہے جیسا کہ منکرین حیات النبی ﷺ کہتے ہیں۔

حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا فیصلہ

دیوبندی حلقوں میں اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے ہندوستان سے مخدوم العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند شریف لائے اور آپ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حسب ذیل عبارت تجویز فرمائی:

''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوۃ والسلام سنتے ہیں۔'' (۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ/۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے علاوہ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے دستخط کیے تھے اور فریق ثانی کی طرف سے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب سابق صدر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بانی اور دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی نے دستخط کیے۔ یہ اجتماع جناب مولانا قاری محمد امین صاحب کی جامع مسجد ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں ہوا تھا اور اس کارروائی کے وقت بندہ وہاں حاضر تھا اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم بھی موجود تھے لیکن مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات اس اجلاس میں شریک ہی نہیں ہوئے اور انہوں نے اس تحریری متفق علیہ عقیدے کو آج تک تسلیم نہیں کیا، ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر میں روح انور کے تعلق کی وجہ سے حیات حاصل ہونے اور روضہ مقدسہ پر حاضرین کے صلوۃ والسلام کے سماع پر اہل حق کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ روح کے تعلق کی کیفیت میں

اہل السنت والجماعت کے دو قول ہیں۔

ا۔ روح انور جسم اطہر میں داخل ہے۔

۲۔ اعلیٰ علیین سے روح کا جسم اطہر کے ساتھ ایسا قوی تعلق ہے جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو حیات حاصل ہے اور آپ زائرین کا سلام و کلام سنتے ہیں مگر اصل عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس اختلاف کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ روح کے جسم اطہر کے ساتھ تعلق کی کیفیت کا مسئلہ حقائق سے متعلق ہے نہ کہ عقائد سے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علامہ افغانی رحمہ اللہ

مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق جب اس اجماعی عقیدہ کا بعض علماء نے انکار کیا تو اس عقیدہ کی اہمیت کے پیش نظر جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی مجلس شوریٰ نے لاہور کے اجلاس منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۶۲ء میں یہ پاس کیا کہ اس موضوع پر حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ایک جامع کتاب لکھیں اور اہم امور میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوریؒ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) سے مشورہ کرتے رہیں۔ ماشاء اللہ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب نے اس موضوع پر ایک جامع کتاب "تسکین الصدور" تصنیف فرمائی اور پاک و ہند کے اکابر علمائے دیوبند نے اس کی تائید میں پرزور تقریظیں لکھیں جن میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے مصنف تسکین الصدور کو جو گرامی نامہ ارسال فرمایا وہ حسب ذیل ہیں:

"محترم المقام جناب مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر دامت فیوضاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کی کتاب "تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور" پہنچی، اس کے مندرجات مطالعہ سے گزرے۔ الم و راحت قبر اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور ان کے سماع عند القبور اور عام سماع

موتی اور توسل بالمقبولین کے ابحاث کی تفسیری۔ کلامی اور فقہی وحدیثی دلائل اور نقد الرواۃ مباحث بھی نظر سے گزرے۔ ان ابحاث پر آپ کی کتاب کالب لباب اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہے اور منہج سلف صالحین کا آئینہ دار ہے۔ احقر ان سے متفق ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اس کتاب کو اہل زیغ کے لیے موجب ہدایت بنائے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی برکت سے متنازعین کا اختلاف ختم ہو جائے گا بشرطیکہ توفیق الٰہی اور خشیت اللہ دستگیری فرمائے اور اتباع نبوی ﷺ (1) کی آلائش سے قلب وضمیر کو پاکی نصیب ہو۔

(احقر شمس الحق افغانیؒ عفی اللہ عنہ بہاول پور ۸ر جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ)

پنج پیری فرقہ اور علامہ افغانی رحمۃ اللہ کا فیصلہ

بمقام پنج پیر تحصیل صوابی ضلع مردان میں ایک عالم مولانا محمد طاہر صاحب ہوئے ہیں جن کی چند ماہ پہلے وفات ہو چکی ہے۔ اس وقت وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنّت پاکستان کے صدر بھی تھے۔ مولانا محمد طاہر صاحب توحید میں غلو رکھتے تھے اور چند عقائد و مسائل میں سرحد کے سنی دیو بندی علماء کو ان سے شدید اختلاف تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب سابق امیر جمعیت علمائے اسلام صوبہ سرحدؒ نے بھی بندہ سے پنج پیری مولوی صاحب کا ذکر کیا تھا۔ (مولانا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم اور بندہ دار العلوم دیو بند کے دورہ حدیث ۱۳۵۸ھ میں شریک رہے ہیں اور ہم ان کو جہلم اور چکوال کے جلسوں میں بلاتے رہتے تھے) آخر کار فریقین نے علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ کو ان مسائل میں ثالث تجویز کیا۔ آپ ان دنوں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر تھے۔ علامہ افغانی رحمۃ اللہ نے فریقین کے علماء کو لکھا کہ وہ ان مسائل میں اپنے اپنے دلائل قلمبند کر کے یکم اکتوبر ۱۹۶۶ء سے پہلے ان کو بھیج دیں۔ چنانچہ فریقین نے دلائل بھیج دیئے اور آپ نے ان مسائل میں اپنا تحقیقی فیصلہ صادر فرمایا جو مجلس اہل السنّت والجماعت مردان نے بنام معدن

یہ لفظ "نبوی علیہ" نہیں بلکہ "نبوی" ہے

السرور (فتویٰ بہاولپور) شائع کیا ہے۔ اس میں علامہ افغانی رحمۃ اللہ نے حسب ذیل اٹھارہ مسائل کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے جو فریقین کے مابین محل نزاع تھے:

۱۔ علم غیب انبیاء علیہم السلام۔

۲۔ یارسول اللہ کہنا اور استغاثہ کرنا۔

۳۔ نذر اللہ لایصال ثواب ولی۔

۴۔ معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء۔

۵۔ مردوں میں حیات۔

۶۔ توسل بالانبیاء والاولیاء۔

۷۔ تبرک بآثار الصالحین۔

۸۔ زیارت القبور کا جواز اور مسنون طریقہ۔

۹۔ حیلہ اسقاط۔

۱۰۔ صدقہ فی بیت المیت۔

۱۱۔ عطیہ اور ختم قرآن۔

۱۲۔ ختم قرآن لایصال الثواب۔

۱۳۔ دعا بعد السنہ۔

۱۴۔ حکم عرس۔

۱۵۔ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ بعد کسر الصفوف۔

۱۶۔ درود تاج پڑھنا۔

۱۷۔ شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۸۔ توہین الانبیاء علیہم السلام کا حکم۔

علامہ افغانی رحمۃ اللہ نے مذکورہ اختلافی مسائل کے جوابات کے اختتام پر تاریخ ۵ر رجب ۱۳۸۶ھ لکھی ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ توحید و رسالت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے

ہیں اور کلمہ اسلام وایمان میں انہی دونوں عقیدوں کا اقرار کیا جاتا ہے یعنی لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ توحید ورسالت کی حدیں جدا جدا ہیں۔ اگر ان حدود سے تجاوز کیا جائے تو نہ توحید کا عقیدہ صحیح رہتا ہے اور نہ رسالت کا۔ مسئلہ علم الغیب کا ہو یا حاضر و ناظر کا، دور حاضر میں ان مسائل کے متعلق افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ بریلوی علماء عموماً عقیدۂ رسالت میں غلو کرتے ہیں جس کی وجہ سے الوہیت کی حدود محفوظ نہیں رہتیں اور دور حاضر کے اہل توحید عقیدہ توحید میں غلو رکھتے ہیں جس کی وجہ سے شان رسالت میں نقص کا پہلو آجاتا ہے۔ عقیدۂ توحید کی ہر پہلو سے حفاظت لازم ہے لیکن نور توحید حاصل کرنے کا واحد واسطہ کماحقہ عظمتِ رسالت ہے۔ رسالت کے واسطہ سے ہی اہل ایمان قرب خداوندی کی نعمت حاصل کرسکتے ہیں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی وغیرہ قرآنی آیات میں اس حقیقت کا بیان ہے۔ لیکن محبت وعظمت رسالت میں اگر غلو آجائے تو پھر اصل مطلوب ومقصود ذات الوہیت کی طرف توجہ نہیں رہتی۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں شفاعت کی درخواست کرنا

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مقدسہ کی حاضری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"پھر آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے۔ اپنی شفاعت چاہے اور کہے یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک و سنتک ان الفاظ میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں۔ لیکن سلف فرماتے ہیں کہ اس موقع پر الفاظ جتنے کم ہوں مستحسن ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب کے ساتھ عرض کرے۔ اور جس کی طرف سے سلام کہنا ہو اس طرح عرض کرے۔ السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان، یستشفع بک الی ربک الخ (زبدۃ المناسک) یعنی اے اللہ کے رسول۔ فلاں بن فلاں نے آپ کی بارگاہ میں

سلام عرض کیا ہے اور وہ بارگاہِ خداوندی میں آپ کی شفاعت کا طلب گار ہے۔"

تمام فقہاء بارگاہِ مقدسہ کی حاضری میں شفاعت کی درخواست کو جائز قرار دیتے ہیں اور علماء وصلحاء کا اس پر عمل ہے۔ لیکن مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب اور آپ کی پارٹی بارگاہ رسالت ﷺ میں شفاعت کی درخواست کو شرک کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

بارگاہ رسالت ﷺ میں شفاعت کی درخواست کرنا ذریعہ شرک ہے

(مولانا عنایت اللہ شاہ)

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۵ء میں مجلس مقننہ جماعت اشاعت التوحید والسنت پاکستان کا جو متفقہ فیصلہ شائع ہوا ہے اس میں استشفاع کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

"ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کریں یہ بدعت قبیحہ مستحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ نام کے متعلق حضرت الامیر مولانا محمد طاہر صاحب کی تجویز پر فیصلہ کیا گیا کہ ہماری جماعت کا نام صرف اشاعت التوحید والسنت پاکستان ہوگا۔ جس کے دو شعبے ہوں گے۔ ایک شعبہ کا نام جمعیت اشاعت التوحید والسنت ہوگا۔ دوسرے شعبے کا نام جماعت اشاعت التوحید والسنت ہوگا"

اس فیصلہ پر حسب ذیل ارکان کے دستخط ہیں:

عنایت اللہ، احقر محمد طاہری عفی اللہ عنہ۔ سجاد بخاری۔ عارف طاہری۔ احقر عبداللہ غفرلہ۔ بدیع الزماں۔ فضل حق۔ میر سمیع الحق۔ احسان الحق عفی اللہ عنہ۔ ضیاء الحق۔ محمد حسین غفرلہ۔ عصمت اللہ۔"

اشاعت التوحید والسنۃ کے دو اجلاسوں کی کاروائی جو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شائع ہوئی ہے اس کا عکس ہم نے خارجی فتنہ حصہ دوم صفحہ ۵۱۶۔۵۱۷ پر شائع کر دیا ہے۔

شرعی ضابطہ دیوانی از علامہ افغانی رحمہ اللہ

علامہ شمس الحق افغانی کی ایک یادگار تصنیف "شرعی ضابطہ دیوانی" بھی ہے۔ اس

کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ:

اس کتاب میں فقہ حنفی کی ماتحت اسلامی ضابطہ دیوانی (دربارہ نکاح۔ طلاق۔شفعہ۔دعویٰ۔شہادات وغیرہ) کے قواعد کلیہ وجزئیہ کی اردو زبان کے اندر دفعات کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔اگر حکومت پاکستان بطور پبلک لاء فقہ حنفی کو نافذ کردے تو یہ کتاب سرکاری طور پر قانونی کتابوں میں شامل ہوسکتی ہے جس سے قاضی صاحبان صحیح رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

اس کتاب کے ''پیش لفظ'' میں خود علامہ افغانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس وقت انسان چونکہ تمام نظریات آزما چکا ہے اور آسمانی روشنی کے لیے بے چین ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ فی الحال ایک مختصر ضابطہ دیوانی مرتب کیا جائے جس پر عمل پیرا ہوکر انسان بالخصوص مسلمان اپنی کھوئی ہوئی میراث سے ہم آغوش ہوسکے۔ اسی خیال نے مجھے اس امر پر آمادہ کیا کہ میں شرعی ضابطہ دیوانی مرتب کروں تاکہ شرعی نظام کو منظم کیا جاسکے۔عربی زبان میں شرعی ضابطہ دیوانی وشرعی ضابطہ فوجداری دونوں کی تصنیف سے میں فارغ ہو چکا تھا جو معین القضاۃ والمفتیین کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔اب عوامی مفاد کا تقاضا باعث ہوا کہ میں خود پاکستان کی سرکاری زبان اُردو میں یہ شرعی ضابطہ دیوانی مرتب کروں جو آپ کے سامنے ہے۔چنانچہ کثرت مشاغل کے پیش نظر تنگ وقت میں اسلامی قانون دیوانی کا یہ ایک مختصر خاکہ ہے جس کو صرف اسی غرض سے پیش کیا جارہا ہے کہ آئندہ کے لیے اس پر شرعی نظام کی تفصیلی عمارت کھڑی کی جاسکے الخ۔''

اس کتاب کے ۱۸ اباب اور ان کے اندر کئی فصل ہیں۔اصولی طور پر یہ کتاب بڑی جامعیت رکھتی ہے۔مولانا افغانی رحمہ اللہ نے اپنی جن دو عربی کتابوں کا ذکر فرمایا ہے یعنی شرعی ضابطہ دیوانی اور شرعی ضابطہ فوجداری۔یہ کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ علامہ رحمہ اللہ کو اس علمی اور تصنیفی محنت پر اجر عظیم عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب علوم القرآن

علامہ افغانیؒ کی تصانیف میں سے کتاب ''علوم القرآن'' ایک علمی وتحقیقی شاہکار ہے۔ علوم ومعارف کا گنجینہ ہے اور مولاناؒ کی قرآنی علوم میں سے سالہا سال کی محنت کا ثمرہ ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء علامہ افغانی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں بھی شیخ التفسیر رہے ہیں اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بھی ''پیش لفظ'' میں آپ خود لکھتے ہیں:

''احقر چالیس سال سے زیادہ عرصہ قرآن حکیم کی خدمت میں مصروف رہا ہے اور قرآنی علوم سے متعلق تفاسیر اور دیگر مصنفات جن سے قرآن فہمی میں مدد لی جا سکتی تھی خواہ قدیم ہوں یا جدید ان کا بقدر استطاعت مطالعہ کیا گیا اور جو معارف قلب پر منجاب اللہ وارد ہوئے ان سب کو وقتاً فوقتاً درس قرآن کی شکل میں پیش کرتا رہا۔ احقر کے ان دروس سے قدیم وجدید دونوں طبقوں کو بحمد اللہ امید سے زیادہ نفع ہوا۔ احباب کا اصرار تھا کہ میں تفسیر لکھوں لیکن میں نے بجائے تفسیر لکھنے کو یہ مناسب سمجھا کہ قرآنی علوم کے مختلف شعبوں پر مختلف کتابیں لکھ دوں تا کہ مختصر وقت میں ناظرین ان کو پڑھ سکیں، لیکن تالیف میں اس امر کا خیال رکھا گیا کہ:

۱۔ مطالب قرآن کے تعین وجادہ سلف سے انحراف نہ ہو اور جو کچھ معارف و حقائق بیان ہوں وہ اپنے اندر مسلک سلف کی تائیدی شان رکھتے ہوں نہ تحریفی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ دور حاضر چونکہ عقلیت وتفلسف کا دور ہے لہٰذا مقاصد شرعیہ نقلیہ کو عقل اور فلسفہ کے رنگ میں بیان کیا جائے تا کہ مغرب زدہ طبقہ کے لیے سامان ہدایت ہو۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ تعبیرات مقاصد میں اصطلاحی تعبیرات سے کم کام لیا جائے اور زیادہ تر وہی تعبیر اختیار کی جائے جو مذاق جدید کے مطابق ہو۔ الخ۔

علامہ افغانی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو حسبِ ذیل سات ابواب میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ضرورۃ القرآن۔

۲۔صداقۃ القرآن،

۳۔تنزیل القرآن وتدوینہ۔

۴۔محفوظیۃ القرآن۔

۵۔مہمات القرآن۔

۶۔احکام القرآن۔

۷۔تعبیرات القرآن۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''علوم القرآن'' میں صرف پہلے پانچ ابواب کی بحث ہے جس کی تشریح خود مولانا افغانی نے پیش لفظ میں کر دی ہے۔ ہمارے پاس یہی حصہ ہے۔ معلوم نہیں کہ باقی دو ابواب کی تکمیل کی ہے اور وہ حصہ بھی طبع ہو چکا ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ تحریف القرآن اور شیعہ

باب محفوظیت القرآن میں علامہ افغانی رحمہ اللہ نے ''شیعہ اور تحریف قرآن'' کے عنوان کے تحت بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے اور وہ شیعہ ہے اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریف قرآن شیعوں کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ شیعوں کا مذہب وہی ہے جو سنیوں کا ہے قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالجات پیش کرتا ہوں۔

۱۔شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں الخ۔

۲۔تفسیر مجمع البیان ابوالقاسم علی بن الحسین موسوی میں ہے الخ۔

۳۔ سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں الخ۔

۴۔ قاضی نور اللہ الشوستری الشیعی مصائب النواصب میں لکھتے ہیں الخ۔

۵۔ محمد بن الحسن الحر العاملی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں الخ۔

۶۔ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۸۵ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے الخ۔

۷۔ شیخ صدوق رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں الخ۔

۸۔ ان مستند حوالجات شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ میں چند نا قابل اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف قرآن میں کمی بیشی ہونے کا قائل نہیں الخ۔ (صفحہ ۱۳۴۔۱۳۶)

مولانا افغانی رحمہ اللہ کا تسامح اور اس کی اصلاح

علامہ افغانی رحمہ اللہ کو تحریف قرآن کے متعلق شیعہ عقیدہ سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب مجھے کتاب ''علوم القرآن'' کے اس مضمون کا علم ہوا تو میں نے جناب مولانا غلام یحییٰ خاں صاحب مرحوم سابق صدر المدرسین جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کو آپ کے پاس بھیجا اور گزارش کی کہ آپ مسئلہ تحریفِ قرآن پر نظر ثانی فرمائیں اور اس موضوع پر امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تحقیق کتاب ''تنبیہ الحائرین بھی بھیجی۔ علامہ افغانی رحمہ اللہ کی ان دنوں صحت بہت کمزور تھی آپ نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ پر غور کروں گا۔ علامہ مرحوم اس کے بعد اور زیادہ بیمار ہو گئے۔ بیماری بڑھتی گئی، انہی ایام میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے بھی آپ کو اس تسامح کی طرف توجہ دلائی۔ جس کے بعد علامہ نے اپنے آخری ایام میں حسب ذیل جواب لکھوایا تھا جس پر آپ کے دستخط موجود ہیں۔ اور اس تحریر کا عکس جناب مولانا احمد عبدالرحمٰن صاحب خطیب نوشہرہ زید مجدھم نے مجھے بھیجا ہے، جو میرے پاس محفوظ ہے۔

مکتوب علامہ افغانی رحمۃ اللہ بنام مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ

محترم المقام مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب زیدت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد از سلام مسنون۔

آپ حضرات کا خط ملا حالات سے آگاہی ہوئی میں نے اپنی تصنیف ''علوم القرآن'' میں صفحہ ۱۳۴ پر شیعہ اور تحریفِ قرآن کے سلسلے میں شیعوں کے اقوال نقل کر کے جو یہ لکھا ہے کہ شیعوں کا مذہب وہی ہے جو سنیوں کا ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ اگر مذکورہ شیعہ اپنے اقوال کے مطابق عدم تحریف کے قائل ہیں تو اس مسئلہ واحدہ میں یہی اقوال سنی مذہب کے مطابق ہیں یعنی اگر کوئی عدم تحریف کا قائل ہے تو یہ عقیدہ ہمارے سنی مذہب کے عین مطابق ہے۔ صفحہ ۱۳۶ پر لفظ نا قابل اعتبار سے ان تحریف قرآن کے قائلین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ نا قابل اعتبار ہیں اور عدم تحریف قرآن کے قائل نہ ہوں بلکہ تحریف قرآن کے قائل ہوں وہ محرف قرآن کہلائیں اور تکفیر کے مرتکب ہوں وہ خواہ شیعہ ہوں یا کوئی اور کیونکہ محرف قرآن ہونے کی صورت میں آیت قرآنی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا انکار لازم آتا ہے جو قطعی کفر ہے۔ آپ اس تشریح کو تفہیم کتاب کے لیے حاشیہ میں شامل کر سکتے ہیں۔ فقط

تحریر کنندہ محمد داؤد جان افغانی ابن شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا افغانی مدظلہ

مقام ترنگزئی، چارسدہ پشاور

یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ء مطابق ۲۷ رجنوری ۱۹۸۲ء

تصدیقی دستخط

شمس الحق افغانی

قرآن اور اصل مذہب شیعہ

شیعہ اثنا عشریہ کے اصل مذہب کی تحقیق کی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اصلی قرآن میں تحریف یعنی صحابہ کرامؓ کی طرف سے کمی وبیشی کرنے پر یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ۔

ا۔ مرزا حسین بن مرزا محمد تقی النوری الطبرسی معروف بہ محدث نوری متوفی ۱۳۲۰ھ اپنی کتاب ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں:

وھی کثیرہ حدًا قال السید نعمت اللہ الجزائری فی بعض مولفاتہ کما حکیٰ عنہ ان الاخبار الدالۃ علی ذلک تزید علی الفی حدیث و ادعی استفاضتہا جماعۃ کالمفید و المحقق الدامادو العلامۃ المجلسی وغیرھم بل الشیخ ایضا صرّح فی التبیان بکثرتھا بل ادعی تواترھا جماعۃ یاتی ذکرھم.

(اور جو احادیث قرآن میں تحریف ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف مین لکھا ہے کہ جو احادیث قرآن میں تحریف ہونے پر دلالت کرتی ہے ان کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے اور ایک جماعت نے ان احادیث کے مستفیض ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ شیخ طوسی سے بھی اپنی تفسیر التبیان میں ان احادیث کی کثرت کا دعویٰ کیا ہے بلکہ ایک جماعت نے ان احادیث کے متواتر ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے جن کا ذکر آگے آنے والا ہے)۔

یہ دو ہزار سے زیادہ احادیث وہ ہیں جو شیعوں کے مزعومہ ائمہ معصومین کے ارشادات ہیں۔ اس کے بعد کیا اس امر میں شک ہوسکتا ہے کہ شیعہ امامیہ اس قرآن کو محفوظ نہیں مانتے بلکہ محرف ومبدل مانتے ہیں۔ یہ محدث نوری کون ہیں۔ ان کے متعلق شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (مقیم سرگودھا) لکھتے ہیں۔

''ان بزرگوار کے تلمیذ رشید ثقۃ الاسلام حضرت الشیخ عباس القمی نے ھدیۃ الاحباب میں ان الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شیخنا الاجل الاعظم و عمادنا الارفع الاقوم صفوۃ المتقدمین و المتاخرین خاتم الفقھا والمحدثین و ناشر آثار الائمۃ الطاھرین علیھم السلام. بہرحال ان کی جلالت وقدر و عظمت شان حد بیان سے باہر ہے۔ (احسن الفوائد فی شرح العقائد صفحہ ۴۰)۔

اور السید نعمت اللہ الجزائری متوفی ۱۱۱۲ھ کے متعلق یہی مجتہد ڈھکو لکھتے ہیں۔

آپ حضرت علامہ مجلسی اور آقا حسین خوانساری اور فاضل جلیل محسن فیض کے شاگرد رشید اور بلند پایہ کے عالم وفاضل، ماہر کامل، محدث جلیل، محقق نبیل، متکلم کم عدیل الخ (ایضاً احسن الفوائد صفحہ ۳۶) ڈھکو صاحب نے ان کی تصانیف انوار نعمانیہ اور شرح اعتقادیہ شیخ صدوق کا بھی ذکر کیا ہے۔ محدث نوری نے اس کتاب میں اور بعض شیعہ علماء کا بھی رد کیا ہے جو بظاہر تحریف قرآن کے منکر ہیں۔

۲۔ شیعہ مذہب کی چار بنیادی کتابوں (اصول اربعہ) میں سب سے زیادہ مستند کتاب الکافی ہے جس کے اصول الکافی اور فروغ الکافی و روضہ کافی مختلف حصے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف الشیخ محمد یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ ہیں۔ ہمارے پاس اصول کافی مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۳۰۲ھ کا قدیم نسخہ موجود ہے جس کے ٹائٹل پر یہ عبارت لکھی۔

قال امام العصر و حجۃ اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کافٍ لشیعتنا۔

''یعنی امام زماں حضرت مہدی نے اس کتاب الکافی کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔''

امام زماں کے اس ارشاد کی بنا پر اس کتاب کا نام ہی الکافی رکھا گیا ہے۔ تو جب شیعہ عقیدہ میں امام زمانہ حضرت مہدی نے اس کی تصدیق کر دی ہے تو پھر ہر شیعہ پر اس کتاب کی احادیث حجت ہوں گی۔ مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مذکور الشافی ترجمہ اصول کافی جلد

اول کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اصول کافی کتب اربعہ (کافی من لا یحضرہ الفقیہ تہذیب الاحکام اور الاستبعار) میں سب سے پہلی اور سب سے افضل کتاب ہے جس روز سے یہ لکھی گئی ہے اس روز سے آج تک برابر مرجع فقہاء و محدثین اور ملاذ علماء عاملین اور روشنی چشم شیعہ بنی رہی ہے اور چند خصوصیات کی بناء پر دیگر کتب حدیث سے ممتاز مقام رکھتی ہے جن میں سے بعض خصوصیات یہ ہیں:

۱) یہ کتاب حضرت صاحب الامر (یعنی امام مہدی) امام العصر و الزمان عجل اللہ فرجہ (یعنی اللہ ان کو جلدی ظاہر کرے) کی غیبت صغریٰ اور نواب اربعہ کی موجودگی میں لکھی گئی ہے لہٰذا اگرچہ عندالتحقیق اس کتاب کا امام العصر کی بارگاہ میں پیش ہونا اور آنجناب کا یہ فرمانا کہ الکافی کاف لشیعتنا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا۔ مگر اس کا آنجناب کے خصوصی وکلاء کی موجودگی میں لکھا جانا اور اس حقیقت کا مسلم ہونا کہ یہ کتاب تمام ملت جعفریہ کی دینی فلاح و بہبود اور ان کے رشد و ہدایت کے لیے لکھی جارہی ہے جو زمانہ غیبت میں ان کی توجہ کا مرکز بنے گی۔ مگر اس کے باوجود ان کی رد میں نہ ناجیہ مقدسہ سے کسی توقیع مبارک کا صادر ہونا اور نہ وکلائے امام کا روکنا ٹوکنا اس سے کم از کم ان کی تائید و رضائے سکوتی ضرور ہو جاتی ہے اور یہی امر اس کتاب کی وثاقت و جلالت کی قطعی دلیل ہے۔'' الخ۔ (صفحہ۴)

الکافی کے مؤلف شیخ محمد یعقوب کلینی کی مدح میں شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب لکھتے ہیں:

''کتب سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طوائف اسلام کی نگاہ میں قابل و ثوق و اعتماد اور لائق ہزار احترام و اکرام کی شخصیت کے مالک تھے۔ اور ان کا قول و فعل سند سمجھا جاتا تھا اس لیے وہ ثقۃ الاسلام کے جلیل لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔'' الخ۔ (صفحہ۸)

اصول کافی اور تحریف قرآن

اس کتاب اصول کافی میں ایک یہ روایت ہے کہ:

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر فادق) علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا۔ میں کان لگا کر سن رہا تھا اس کی قراءت عام لوگوں کی قراءت کے خلاف تھی۔ حضرت نے فرمایا اس طرح نہ پڑھو بلکہ جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھو جب تک ظہور قائم آل محمد نہ ہو (یعنی جب تک امام مہدی ظاہر نہ ہوں) جب ظہور ہو گا تو وہ قرآن کو صحیح صورت میں تلاوت کریں گے اور اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لیے لکھا تھا اور فرمایا جب حضرت علی جمع قرآن اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تھے تو آپ نے اس کو حکومت کے سامنے پیش کر کے فرمایا، یہ ہے کتاب اللہ جس کو میں نے اس ترتیب سے جمع کیا ہے جس طرح حضرت رسول خدا پر نازل ہوئی تھی میں نے اس کو دو لوحوں (لوح دل اور لوح مکتوب) سے جمع کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا: بخدا اس کے بعد اب تم کبھی اس کو نہ دیکھو گے۔ میرا فرض ہے کہ تم کو اس سے آگاہ کروں تا کہ تم اس کو پڑھو۔

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم کتاب فضل القرآن صفحہ ۶۳۱)

اصول کافی کے مترجم شیعہ ادیب اعظم سید ظفر حسین صاحب امروہوی ہیں۔ انہوں نے ترجمہ میں بھی جو مغالطہ دہی کی ہے اس کی نشاندہی میں نے اپنی کتاب ''سنی مذہب حق ہے''، طبع قدیم، صفحہ ۲۷ (طبع جدید، ایضاً، ص ۲۷، ناشر سُنی اکیڈمی، پاکستان) پر کر دی ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ فروع کافی جلد سوم میں کتاب الروضۃ صفحہ ۸۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں روایت ہے:

عن یزید بن معاویۃ قال قال ابو جعفر علیہ السلام اطیعو اللہ

واطیعوا الرسول و أولی الامر منکم فان خفتم تنازعا فی الامر فارجعوہ الی اللہ والی الرسول والی اولوا الامر منکم " راوی یزید بن معاویہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر یعنی امام محمد باقر نے قرآن مجید کی آیت اس طرح تلاوت کی تھی الخ۔

حالانکہ موجود قرآن مجید میں آیت یوں ہے۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (پارہ ۵۔ سورۃ النساء آیت ۵۹)

۳۔ راوی کہتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک قرآن بھیجا اور لکھا اور اس کی نقل نہ کرنا۔ میں نے اسے کھولا اور پڑھا اس میں سورہ بینۃ (پ ۳۰) لم یکن الذین کفروا۔ میں قریش کے ستر (70) آدمیوں کے نام مع ان کے باپوں کے نام لکھے تھے۔ پھر کسی کو میرے پاس بھیج کر کہا کہ یہ قرآن مجھے واپس بھیج دو"۔

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم باب صفحہ ۶۲۹ فضل القرآن)

گو اس روایت کے بعض الفاظ کا ترجمہ غلط کیا ہے لیکن اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اصلی قرآن میں ستر (۷۰) قریش کے نام تھے جو بعد میں نکال دیے گئے۔ العیاذ باللہ۔

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت لقد عھدنا (الی ادم من قبل کلمات) کے متعلق فرمایا کہ وہ کلمات تھے محمد و علی و فاطمہ حسن و حسین اور ان ائمہ کے متعلق جو ان کی ذریت سے ہونے والے تھے۔ آدم ان کو بھول گئے۔ واللہ محمد پر یوں ہی نزول آیت ہوا۔" (شافی ترجمہ اصول کافی حصہ اول کتاب الحجت صفحہ ۵۱۳)

یہ آیت پارہ ۱۶ ارکوع ۶ کی ہے۔ حسب روایت امام جعفر صادق نے فرمایا اس آیت میں محمد۔ علی۔ حسن۔ حسین اور دیگر ائمہ کے نام بھی تھے، لیکن یہ نام موجودہ قرآن میں نہیں

ہیں۔اس لیے ثابت ہوا کہ شیعہ امامیہ قرآن میں تحریف (تبدیلی) کے قائل ہیں۔یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام جعفر صادق اور دوسرے ائمہ اہل بیت تو قرآن مجید کی محفوظیت کے معتقد تھے جو ایک حقیقت ہے لیکن شیعوں نے ان حضرات کا نام استعمال کیا اور ان کی طرف ایسی خلاف حقیقت روایات منسوب کر دیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

چار شیعہ علماء

حسب ذیل چار شیعہ علماء کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید غیر محرف ہے اس میں کوئی کمی و بیشی نہیں ہوئی۔

۱۔شیخ صدوق یعنی ابن بابویہ قمی مصنف رسالہ اعتقادیہ۔متوفی ۳۸۱ھ۔

۲۔سید مرتضی علم الھدی متوفی سن ۴۳۶ھ۔

۳۔شیخ ابو جعفر طوسی مصنف التبیان متوفی ۴۶۰ھ۔

۴۔شیخ بوعلی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی سنہ ۵۴۸ھ۔

لیکن ان کا یہ دعویٰ اصل مذہب شیعہ اور روایات ائمہ کے خلاف ہے۔اس لیے یہ ان کے تقیہ پر محمول کیا جائے گا اور علامہ نوری محدث نے بھی اپنی کتاب فصل الخطاب میں ان کی تردید کی ہے۔

زمانہ حال کے شیعہ بھی تحریف کے قائل ہیں

اگرچہ دور حاضر کے شیعہ مجتہدین بظاہر یہی اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ وہ قرآن کو غیر محرف مانتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں اور یہ تو ہر خاص و عام شیعہ برملا کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جامعین قرآن نے قرآنی آیات کی ترتیب بدل دی ہے۔حالانکہ یہ بھی ارشاد خداوندی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (یعنی ہم نے ہی اس نصیحت کی کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) کے خلاف ہے کیونکہ جس ترتیب سے رسول خدا ﷺ قرآن مجید اپنے صحابہؓ کو پڑھا گئے تھے اور ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے حافظ بھی تھے اگر اس ترتیب میں بعد میں یہ تحریف و تبدیلی ہو

جائے تو اللہ تعالیٰ کا اعلان حفاظت مجروح ہوتا ہے اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اہل السنّت والجماعت یہ تو عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کے نزول کی ترتیب اور ہے اور جمع قرآن کی ترتیب اور ہے اور یہ ترتیب خود نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اس کی ترتیب میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ لیکن شیعہ امامیہ حضور ﷺ کے بعد بھی ترتیب آیات وسورتیں تبدیلی مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

مولوی ظفر حسن امروہوی:

اصول وفروغ کافی کے مترجم مولوی ظفر حسن امروہوی نے ''عقائد الشیعہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں پچاس عقائد شیعہ کا بیان ہے جن میں تقیہ بھی اور متعہ بھی اور عقیدہ امامت بھی ہے اور عقیدہ قرآن بھی۔ چنانچہ وہ ساتویں عقیدہ ''کتب آسمانی کے تحت لکھتے ہیں:

''قرآن کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہمارے سامنے موجود ہے حرف بحرف خدا کا کلام ہے لیکن یہ موافق تنزیل نہیں اس میں مکی و مدنی سورے ملے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اول مکی ہونے چاہئے تھے اور پھر مدنی۔ سورۃ اقراء جو سب سے پہلی سورۃ تھی وہ پارہ آخر میں ہے اور اکملت لکم دینکم جو آخری آیت تھی وہ سورۃ مائدہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیات کی ترتیب میں بھی فرق ہے۔ بعض سوروں سے آیات کم بھی کر دی گئی ہیں'' (صفحہ ۳۸)

موجودہ قرآن کو حرف بحرف خدا کا کلام مان کر آخر میں یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ:

''بعض سوروں سے آیات کم کر دی گئی ہیں''

یعنی اصل قرآن میں وہ آیات تھیں لیکن جامعین قرآن یعنی صحابہ کرامؓ نے وہ آیات نکال دی ہیں، تو فرمائیے کہ قرآن میں تحریف کا عقیدہ ادیب اعظم نے تسلیم کر لیا یا نہ؟

تراجم قرآن

شیعہ علماء نے قرآن کے جو ترجمے لکھے ہیں ان کے حواشی میں بھی انہوں نے یہ ظاہر

کر دیا ہے کہ فلاں آیت اصلی قرآن میں یوں تھی اور اب موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔
چنانچہ مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول دہلوی نے آیت کنتم خیر امة اخرجت للناس (پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران رکوع ۱۲) کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''جو اُمتیں ہدایت مردم کے لیے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''

لیکن حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ:

''تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے پڑھا کنتم خیر امة ۔تو حضرت نے فرمایا کہ آیا وہ امت خیر امت ہے جس نے جناب امیر المومنین وحسنین علیہم السلام کو قتل کیا۔ اس پڑھنے والے نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں یہ آیت کیونکر نازل ہوئی تھی۔ فرمایا اس طرح نازل ہوئی تھی کہ اَنْتُمْ خَیْرَ اَئِمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (یعنی تم سب اماموں سے بہتر ہو جن کو ہدایت مردم کے لیے پیدا کیا گیا ہے'' الخ (ترجمہ مقبول مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۰)

حالانکہ موجودہ قرآن میں تو انتم خیر ائمة کے الفاظ نہیں ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ شیعہ مفسرِ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں اور اس ترجمہ قرآن پر لکھنو کے بڑے بڑے مجتہدین زمانہ کی تقریظیں لکھی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب شیعہ علماء و مجتہدین قرآن میں تحریف مانتے ہیں ورنہ وہ اس ترجمہ کی تائید نہ کرتے۔

(ب) مولوی مقبول احمد سورۃ آل عمران کی آیت یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ کے تحت حاشیہ صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں:

''تفسیر قمی میں حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت میرے پاس پانچ جھنڈوں کے تحت میں ہو کر آئے گی۔ ان میں سے چار کے ماتحت تو بھوکے پیاسے جہنم میں بھیج دیے جائیں گے اور پانچوں کے سیر و سیراب جنت میں

داخل کیے جائیں گے۔ پوری حدیث ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ترجمہ مقبول کے ضمیمہ جات علیحدہ مستقل کتاب کی صورت میں چھپے ہوئے ہیں۔

صحابہ نے قرآن میں تحریف کی، خلفائے راشدین جہنم میں جائیں گے

(مولوی مقبول دہلوی)

آیت مذکورہ کے ضمیمہ میں مولوی مقبول احمد دہلوی نے لکھا ہے کہ:

ان پانچ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا اس (امت کے گوسالہ (ابوبکر) کا ہوگا۔ اس میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد ان دوگراں قدر چیزوں کے ساتھ جو میں تم میں چھوڑ آیا تھا کیا برتاؤ کیا؟ وہ جواب دیں گے ثقل اکبر (یعنی کتاب خدا) میں تو ہم نے تحریف کی اور اسے پس پشت ڈال دیا اور ثقل اصغر یعنی اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ہم نے عداوت کی اور بغض رکھا اور ظلم کیا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میں ان سے یہ کہوں گا کہ تمہارے کالے منہ ہوں تم جہنم میں بھوکے پیاسے چلے جاؤ۔ پھر دوسرا جھنڈا اس امت کے فرعون (عمر) کا میرے پاس آئے گا اور میں ان سے سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین سے کیا سلوک کیا..... اس کے بعد تیسرا جھنڈا اس امت کے سامری (عثمان) کا آئے گا ان سے بھی یہی سوال کروں گا..... اس کے بعد چوتھا جھنڈا ذوالثدیہ کا جس کے ساتھ اول سے آخر تک کل خوارج ہوں گے آئے گا میں ان سے بھی سوال کروں گا (اس کے بعد پانچویں جھنڈے کا ذکر کیا ہے جو حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اور ان کے متبعین جنت میں جائیں گے۔ الخ

(ضمیمہ ترجمہ مقبول صفحہ ۵۸ مطبوعہ دہلی)

ترجمہ مولوی امداد حسین کاظمی

قرآن مجید کا ایک ترجمہ شیعہ مفسر مولوی امداد حسین کاظمی مشہدی نے بھی کیا ہے جو "القرآن المبین تفسیر المتقین" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ (ناشر شیعہ بک ایجنسی، انصاف پریس لاہور) اس میں بھی آیت یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ کے تحت پانچ جھنڈوں والی وہی روایت نقل کی گئی ہے جو ضمیمہ مقبول سے اوپر درج کی گئی ہے۔ اس میں قوسین میں خلفائے ثلاثہ کے نام نہیں لکھے لیکن ضمیمہ مقبول میں قوسین کے اندر خلفائے ثلثہ کے نام بھی لکھے ہیں اور ان پر لعن کا نشان بھی لکھا گیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

خلفائے راشدین اور اصحاب رسولؐ کے متعلق تو شیعوں کا عقیدہ یہی ہے جو اس روایت میں ہے، لیکن اس روایت کے تحت ان کا یہ عقیدہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ قرآن کو بقول رسول اللہ ﷺ محرف مانتے ہیں اور تحریف کی نسبت وہ خلفائے راشدین کی طرف کرتے ہیں یہ روایت تو من گھڑت ہے ہی لیکن شیعہ امامیہ تحریف قرآن کے عقیدے کا انکار نہیں کر سکتے۔ مولوی امداد حسین کاظمی کے ترجمہ پر حسب ذیل شعیہ علماء کی تقریظیں درج ہیں:

۱۔ مولوی کفایت حسین پشاوری۔

۲۔ مولوی محمد بشیر انصاری (ٹیکسلا)۔

۳۔ مرزا احمد علی امرتسری ثم لاہوری۔

۴۔ مرزا یوسف حسین صاحب۔

۵۔ مولوی ذوالفقار علی شاہ صاحب (جلال پور جٹاں)۔

۶۔ مولوی مرتضیٰ حسین نقوی صدر الافاضل...

معلوم ہوا کہ یہ سب شیعہ علماء قرآن کو محرف مانتے ہیں اور اس ترجمہ کا اشتہار اب بھی شیعہ رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح ترجمہ مقبول پر جتنے بڑے بڑے شیعہ مجتہدین کی تقریظیں ہیں وہ سب تحریف قرآن کے قائل ہیں کیونکہ ان سب کا اس پانچ جھنڈوں والی روایت پر ایمان ہے۔

علاوہ ازیں مولوی فرمان علی شیعہ مجتہدین کے ترجمہ قرآن سے بھی شیعوں کے عقیدہ تحریفِ قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نے ترجمہ فرمان علی پر ایک نظر میں اس کی وضاحت کردی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مولانا موصوف نے دوسرے شیعہ حضرات پر بھی فاضلانہ تبصرہ کیا ہے۔

مولوی محمد حسین ڈھکو اور تحریف قرآن

پاکستان میں ایک اور شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (مقیم سرگودھا) ہیں۔ وہ فاضل عراق ہیں اور وہاں سے ان کو اپنے اساتذہ سے سندِ اجتہاد بھی عطا ہوئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''اثبات الامامت'' میں ان سندات اجتہاد کے عکس بھی شائع کردیے ہیں۔ ڈھکو صاحب موصوف کثیر التصانیف ہیں اور عقیدہ تقیہ میں وہ بھی مہارت رکھتے ہیں۔ چنانچہ باوجود دعویٰ عدم تحریفِ قرآن کے وہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔ میرے والد صاحب رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ کی ردِ رفض و بدعت میں ایک جامع اور لاجواب کتاب ''آفتاب ہدایت'' ہے جو ماشاء اللہ مقبول خواص و عوام ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو نے اس کے جواب میں ایک ضخیم کتاب ''تجلیات صداقت'' کے نام سے شائع کی ہے جو تجلیات صداقت نہیں بلکہ ''ظلمات جہالت'' ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے آفتاب ہدایت میں یہ ثابت کیا تھا کہ شیعوں کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اس کے جواب میں ڈھکو صاحب موصوف لکھتے ہیں:

''ہم قرآن کو اللہ کی آخری مقدس اور منزل من اللہ کتاب اور اس کے ہر حکم و نہی کو واجب العمل جانتے ہیں اور اسے تمام عالمین کی رشد و ہدایت کے لیے خدا کا بے عیب دستور العمل تسلیم کرتے ہیں اور حق و باطل معلوم کرنے کا واحد معیار مانتے ہیں'' الخ (صفحہ ۱۵)

پھر صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ:

''شیعہ خیر البریہ قرآن کریم کو خدا کی آخری الہامی صحیفہ ربانی اور اسلام اور پیغمبر اسلام

کی صداقت کا معجزہ خالدہ مانتے ہیں یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ شیعہ اسی قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اس کے اوامر ونہی پر عمل درآمد کرتے ہیں، اسی کی تفسیریں لکھتے ہیں اور اس کے اکرام واحترام کو واجب ولازم سمجھتے ہیں۔ ان کے ائمہ ھدی نے اسی قرآن کو معیار حق وباطل اور غلط وصحیح حدیث معلوم کرنے کا میزان قرار دیا ہے اور اسی کی سورتوں کے نام بنام فضائل اور تلاوت کے ثوابہائے بے پایاں بیان فرمائے ہیں۔ اگر ایمان بالقرآن کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرات شیعہ بفضلہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر قرآن پر ایمان رکھتے ہیں'' الخ (ایضاً صفحہ ۲۰)

بارہ اماموں کے نام قرآن سے نکال دیے گئے (مجتہد ڈھکو)

قارئین اندازہ لگائیں ''تجلیات صداقت'' کی منقولہ عبارات میں کس زور وشور سے ڈھکو صاحب نے موجودہ قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن آپ حیران ہوں گے کہ یہی مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو اپنی ایک دوسری ضخیم کتاب ''اثبات الامامت'' میں تصریح فرماتے ہیں کہ جمع کرتے وقت اس قرآن سے بارہ اماموں کے نام وغیرہ نکال دیے گئے تھے۔ چنانچہ ایک مشہور اعتراض کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ اگر مسئلہ امامت اس قدر اہم تھا کہ جتنا شیعہ حضرات خیال کرتے ہیں تو خداوند عالم نے ائمہ کے اسمائے گرامی صراحتاً قرآن میں کیوں نہ ذکر کر دیے تا کہ مسلمانوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ختم ہو جاتا اور سب مسلمان ایک مسلک میں منسلک ہو جاتے۔''

اس کے بعد اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''اس ایراد کا دو طرح جواب دیا جا سکتا ہے۔ ایک الزامی اور دوسرا حلی۔ الزامی جواب کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگرچہ شیعہ وسنی کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ امامت کا تعلق اصول سے ہے یا فروع سے۔ شیعہ اسے اصول میں داخل سمجھتے ہیں (جیسے کہ اس کی تحقیق پہلے باب میں گزر چکی ہے) لیکن اہل سنت کے نزدیک بھی

امامت اس قدر اہم ہے کہ تقرر امام کے لیے جنازہ رسول کو موخر بلکہ ترک کیا جاسکتا ہے اور اس کی عدم معرفت سے جہالت کی موت لازم آتی ہے۔ بنابریں جب خداوند عالم نے بظاہر معمولی معمولی فروعی مسائل از قسم وضو، و غسل و بیع و شراء وغیرہ تفصیل سے بیان کر دیے ہیں تو امامت ایسے اہم مسئلہ کو کیوں نظر انداز کیا ہے اور اماموں کے نام کیوں نہیں بتائے؟ اس سوال کا جواب جو اہل سنت دیں گے وہی ہمارا جواب متصور ہوگا۔

حلی جواب: حلی و تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ ہماری تفسیر صافی صفحہ ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا لو قری القرآن کما انزل لانفیتمونا فیہ مسمیین. اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نام بنام موجود پاتے۔"

یہاں ڈھکو صاحب اہل السنّت والجماعت کو تو خواہ مخواہ اپنے ساتھ ملا رہے ہیں حالانکہ اہل سنت کی کسی مستند روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ بارہ اماموں کے نام اصلی قرآن میں تھے۔ البتہ شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو نے بہت صاف لفظوں میں اپنی معتمد علیہ دو تفسیروں کے حوالہ سے یہ تسلیم کر لیا کہ اصلی قرآن میں ان بارہ اماموں کے نام تھے جن کو جمع قرآن کے وقت ترک کر دیا گیا۔ پھر صرف نام تو نہیں ہوں گے بلکہ ان کی صفات کا بھی بیان ہوگا۔ فرمائیے کیا اس کو تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں کہتے۔ لیکن باوجود اس تصریح کے ڈھکو صاحب پھر بھی رٹ لگا رہے ہیں کہ ہمارا اس موجودہ قرآن پر ایمان ہے۔

۲۔ "تجلیات صداقت" میں بھی لکھ رہے ہیں کہ:

"خود کتب اہل سنت سے ثابت ہے کہ خود نبی و علی نے قرآن بمطابق تنزیل الرحمٰن جمع کیا تھا مگر ثلثہ (یعنی خلفائے ثلثہؓ) کی کرم نوازی سے امت مرحومہ اس کے دیدار سے

آج تک محروم ہے اور نہ معلوم کب تک محروم رہے گی"۔ (صفحہ ۲۰۹)

خلفائے ثلثہؓ پر تو یہ محض اتہام ہے اصل ملزم تو قائم آل محمد یعنی امام مہدی ہیں جو حسب عقیدہ شیعہ اصلی قرآن کو ایک غار میں چھپائے بیٹھے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے (انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون) تو کیا نعوذ باللہ خلفائے ثلثہ قادر مطلق کی حفاظت پر بھی غالب آگئے تھے۔

۳۔ ڈھکو صاحب نے ایک اور عجیب وغریب اجتہادی لطیفہ بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"ہاں یہ درست ہے کہ ہمارے بعض علمائے کرام تحریف کے قائل ہیں"

(احسن الفوائد صفحہ ۴۹۱)

اس کے بعد ڈھکو صاحب تحریفِ قرآن کے قائلین کی پانچ دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی پہلی دلیل کے تحت لکھتے ہیں:

"اس سلسلہ میں ان کی پہلی اور محکم دلیل وہ روایات ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق کتب فریقین میں موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جمع قرآن کے وقت اس میں فی الجملہ ضرور کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ روایات اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ان سب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ مجلسی نے مراۃ العقول میں ان کے تواتر کا ادعا فرمایا ہے اور اس قدر صریح الدلالۃ ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔" (صفحہ ۴۱۹)

قارئین اندازہ فرمائیں کہ یہاں ڈھکو صاحب نے تحریف قرآن کے قائلین کی کس قدر پر زور وکالت کی ہے اور علامہ (باقر) مجلسی کا حوالہ بھی دیا ہے کہ تحریف قرآن کی روایات متواتر اور صریح الدلالۃ ہیں کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ جب ائمہ کی ان روایات میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے تو لازماً ڈھکو صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن محرف ہے ورنہ وہ علامہ باقر مجلسی متوفی صفحہ ۱۱۱۰ھ (مصنف جلاء العیون وحق الیقین وغیرہ) کی مدح میں یوں مبالغہ آرائی نہ کرتے کہ:

''یہ بزرگوار فقط عالم سیر و محدث بصیر ہی نہیں بلکہ رئیس المحدثین و مروج المذاہب والدین وناشر آثار الائمۃ الطاہرین ہیں۔اگرچہ وہ ایک محدث جلیل ہونے کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں لیکن وہ علم کلام میں پوری پوری دستگاہ رکھتے تھے الخ۔ (احسن الفوائد صفحہ ۳۵)

علامہ مجلسی اور تحریف قرآن

ڈھکو صاحب خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ان کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی تحریف قرآن کے قائل ہیں اور ان روایات تحریف کو وہ متواتر قرار دیتے ہیں۔علامہ مجلسی اس بارے میں تقیہ سے کلام نہیں لیتے اور واشگاف طور پر لکھتے ہیں کہ:

''ابوبکر نے جناب امیر (یعنی حضرت علی) کو بیعت کے لیے بلایا۔جناب امیر نے فرمایا۔میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔بعد چند روز کے بعد فرقان ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سربمہر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لاکر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مرد ماں جب میں دفن پیغمبر آخر الزماں ﷺ سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات وسورہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے نہ دی ہو۔چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے،اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کرد[illegible] ناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔'' الخ (حیاۃ العیون مترجم اردو جلد اول صفحہ ۲۰۳ حسب فرمائش منیجر شیعہ جنرل بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور)

اس روایت سے واضح ہوا کہ مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ نے اصلی قرآن کو اس لیے

نبول نہ کیا کہ اس میں حضرت علیؓ کی خلافت پر نص تھی اور منافقین کے خلاف بھی اس میں آیات نازل ہوئی تھیں لیکن باوجود اس کے دورِ حاضر کے شیعہ علماء و مجتہدین چیخ چیخ کر یہی دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اسی موجودہ قرآن کو صحیح مانتے ہیں۔ ایں چہ بوالعجبیت۔ اور پھر اصلی قرآن کو غائب کرنے کا الزام حضرت علی المرتضیٰؓ پر لگانا یہ شیعوں کا ہی حوصلہ ہوسکتا ہے۔ کوئی سنی مسلمان تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ......

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کی حسّنِ کرشمہ ساز کرے

تحریف قرآن کے قائلین کافر ہیں؟

ہمارا (اہل السنّت والجماعت) کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جامعین قرآن نے اس میں کمی و بیشی کر دی بعض آیات نکال دی اور بعض اس میں داخل کر دیں تو وہ قطعی کافر ہے۔ اگر اہل سنت کی کسی کتاب میں کوئی اس قسم کی روایت پائی جاتی ہے تو وہ قابل اعتماد نہیں اور نہ ہی کوئی سنی عالم اس روایت کی بنا پر تحریف قرآن کا قائل ہوا ہے۔ اگر ڈھکو صاحب یا دوسرے شیعہ مجتہدین تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں تو وہ شیخ یعقوب کلینی۔ شیخ قمی اور علامہ باقر مجلسی وغیرہ اکابر شیعہ کا نام لے کر ان کی تکفیر کریں جو صراحتاً تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

تجلیات صداقت کیا ہے؟

مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مجتہد کی کتاب ''تجلیات صداقت'' ساری کی ساری اسی طرح کے لطائف اور کثائف سے بھری ہوئی ہے جس طرح انہوں نے قرآن مجید کی تحریف کا انکار بھی کیا ہے اور اقرار بھی اور یہ سب کچھ ان کے عقیدہ تقیہ کے کرشمے ہیں......

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

---

۱) حال ہی میں یہ کتابچہ ''ایک اجمالی نظر'' کے عنوان سے جدید اسلوب میں سُنّی اکیڈمی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ (رشیدی)

میں جن دنوں ''فلاح الکونین'' کے جواب میں اپنی ضخیم کتاب ''بشارت الدارین'' کی تکمیل کر رہا تھا انہی دنوں ان کی کتاب ''تجلیات'' پُر از ظلمات دیکھنے میں آئی اور میں نے اس کا مختصر جواب بنام۔ ماتمی مجتہد محمد حسین ڈھکو کی کتاب تجلیات صداقت پر ''ایک اجمالی نظر'' ''بشارت الدارین'' کے ساتھ ہی ملحق کر کے شائع کر دیا۔ پھر یہ کتابچہ علیحدہ بھی شائع ہوا۔ بطور نمونہ اس میں ڈھکو صاحب کے دو تین صریح جھوٹ بھی ثابت کیے۔ درحقیقت ''اجمالی نظر'' ہی تجلیات صداقت کے ابطال کے لیے کافی تھی۔ پھر بعض احباب نے اصرار کیا کہ اس کا مفصل جواب لکھنا چاہئے اور میں نے '' آفتاب ہدایت'' کے حواشی میں اس کا جواب لکھنا شروع کر دیا تا کہ قارئین کے لیے ''آفتاب ہدایت'' کی عبارتوں کے پیش نظر زیر بحث مسائل کے سمجھنے میں آسانی رہے۔ اور حواشی کی کتابت بھی شروع کرادی تھی۔ لیکن بعد ازاں پھر یہ تجویز ہوئی کہ بجائے حواشی کے مستقل کتاب لکھی جائے۔ لیکن اس میں تاخیر ہوتی گئی اور رد خارجیت میں دوسری حسب ذیل تصانیف میں مشغول ہو گیا۔

۱۔ خارجی فتنہ حصہ اول۔ ۲۔ دفاع حضرت معاویہؓ۔ ۳۔ کشف خارجیت۔

۴۔ خارجی فتنہ حصہ دوم (جس میں فسق یزید کی مفصل بحث ہے)۔

چونکہ محمود احمد عباسی کی ''خلافت معاویہ ویزید۔ تحقیق مزید'' اور ''حقیقت خلافت و ملوکیت'' وغیرہ سے کئی ناواقف سنی تعلیم یافتہ لوگ بھی متاثر ہو رہے تھے اس لیے اس فتنہ کی سرکوبی کرنا بھی وقت کا تقاضا سمجھا کیونکہ شیعیت اور خارجیت دونوں سبائیت کی شاخیں ہیں اور دونوں مسلک حق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ الحمدللہ رد خارجیت کے لیے ان کتابوں سے بھی نفع پہنچا۔ علاوہ ازیں رد مودودیت میں عصمت انبیاء اور مودودی۔ ''صحابہ کرام'' اور مودودی'' وغیرہ رسائل بھی اس دوران تصنیف کیے گئے اور دوسرے جماعتی مشاغل بھی تھے اس لیے ''تجلیات صداقت'' کے جواب میں مستقل طور پر کام نہ کر سکا۔ لیکن اس کا مفصل جواب لکھنے کا ارادہ ہے۔ حق تعالیٰ نے توفیق دی تو ہر اہل فہم و دیانت آدمی پر واضح ہو جائے گا کہ شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب کی کتاب ''ظلمت بعضھا فوق بعض کا مصداق

"آفتاب ہدایت" اپنے موضوع پر آفتاب ہدایت ہی ہے اور مذہب اہل السنّت والجماعت کی نورانیت کے سامنے کوئی اندھیرا نہیں ٹھہر سکتا(۱)۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قرآن وسنت کانفرنس لاہور

مولوی عارف حسین صاحب حسینی کی قیادت میں تحریک فقہ جعفریہ پاکستان کی طرف سے ۶/جولائی ۱۹۸۷ء کو مینار پاکستان لاہور کے میدان میں قرآن وسنت کانفرنس منعقد کی گئی ہے۔ یہ کانفرنس اس دن کی یادگار ہے جبکہ اسلام آباد میں ۶/جولائی ۱۹۸۱ء کو مفتی جعفر حسین صاحب کی قیادت میں شیعوں نے اسلام آباد سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کیا تھا اور اسی دن کی یادگار میں ۶/جولائی ۱۹۸۵ء میں کوئٹہ میں شیعوں کا اجتماع ہوا تھا جس میں انہوں نے پولیس اسٹیشن پر قبضہ کرلیا تھا۔ پولیس والوں کی گردنیں کاٹی تھیں، ان کے سینے چیر کر اس میں پتھر کے روڑے بھرے تھے حتیٰ کہ بعض کے سروں کو اپنے سیاہ علموں پر لٹکا کر ان پر فائرنگ کی اور اپنے قلبی غیظ وغضب کا اس طرح مظاہرہ کیا تھا۔ سکول کی طالبات کی بے حرمتی کی العیاذ باللہ۔ اس جارحانہ کارروائی میں ایرانی شیعہ شریک تھے جن کو حکومت نے اپنی رواداری کے تحت واپس ایران بھیج دیا تھا۔ اگر فوج کنٹرول نہ کرتی تو خدا جانے کوئٹہ کے باشندوں کا کیا حشر ہوتا۔ حالیہ ۶/جولائی کی قرآن وسنت کانفرنس لاہور کے متعلق بھی یہی خدشات تھے اور حکومت کو بھی تشویش تھی اور اس بناء پر حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی (مفتی جامعہ اسلامیہ بنوری

---

۱) نوشتۂ تقدیر تھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی دیگر تحقیقی، تبلیغی اور تنظیمی مصروفیات کے باعث تجلیاتِ صداقت کا مفصل جواب تحریر نہ فرما سکے۔ تاہم حال ہی میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے محقق اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب زید مجدہم نے اس کا مفصل جواب تحریر فرما دیا ہے جو تجلیات آفتاب کے نام سے مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ (رشیدی)

ٹاؤن کراچی) وغیر علمائے کرام کے بیانات اخبارات میں شائع ہوئے تھے جن میں حکومت سے اس کانفرنس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

کوئٹہ اور کراچی میں ایرانیوں کا حملہ

ایران کے مسعود رجاوی کی پارٹی کے تارکین وطن ایرانیوں پر خمینی کے حامی ایرانیوں نے ۸/ جولائی ۱۹۸۷ء کوئٹہ میں اور کراچی میں حملہ کیا ہے۔ کوئٹہ میں دو ایرانی ہلاک ہوئے ہیں اور کئی فلیٹ کوئٹہ اور کراچی میں تباہ ہوئے ہیں۔ جنگ راولپنڈی ۱۵/ جولائی میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ''ڈیفنس سوسائٹی کے بنگلہ نمبر ۴۷ کو تباہ کرنے کے لیے ایرانیوں نے ۲۵ راکٹ چلائے ہیں''۔ نوائے وقت لاہور ۱۳/ جولائی میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ''ایرانی دہشت گردوں کی نشاندہی پر کوئٹہ کی نواحی بستی کچی بیگ کے قریب ایک باغ سے جو اسلحہ دستیاب ہوا ہے اس میں کلاشنکوف، ٹینک شکن بم، دستی بم، فیوز فلیتہ اور گولیاں شامل ہیں''۔ حکومت کی یہ نااہلی کی دلیل ہے کہ ایرانی اس قسم کا اسلحہ پاکستان لا رہے ہیں اور وہ تحفظ نہیں کر سکی۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر دھماکوں میں ایرانیوں کا ہاتھ ہے اور وہ اس طرح تخریب کاری کے ذریعہ پاکستان میں انقلاب لانا چاہتے ہیں۔

کانفرنس کی کاروائی

۶/ جولائی کی اس شیعہ کانفرنس کی کارروائی روزناموں میں بھی شائع ہو چکی ہے اور شیعہ جرائد و اخبارات میں بھی۔ لیکن تحریک فقہ جعفریہ کو جس قدر شیعوں کے اجتماع کی توقع تھی وہ پوری نہیں ہو سکی۔ چنانچہ ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸/ جولائی ۱۹۸۷ء کے ٹائٹل پر یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ:

> ''لاہور میں قرآن وسنت کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس میں ملک بھر سے ہزاروں شیعان حیدر کرار نے شرکت کی''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتماع غیر معمولی نہ تھا ورنہ وہ ہزاروں کے بجائے لاکھوں کا ذکر کرتے۔

اسی کانفرنس میں یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان میں شیعہ آبادی تین کروڑ ہے اور ایک خبر میں تعداد چار کروڑ لکھی ہے۔ یہ شیعہ شماری بھی محض جھوٹ پر مبنی ہے۔ اسی شیعہ پرچہ میں لکھا ہے کہ

''تحریک فقہ جعفریہ سیاسیات میں حصہ لے گی۔ شیعان حیدر کرار کو نظر انداز کیے بغیر قیام پاکستان کا مقصد حاصل نہ ہوگا''۔

''سیاسی منشور کا اعلان'' تحریک فقہ جعفریہ پہلے ایک غیر سیاسی جماعت تھی لیکن اب انہوں نے دوٹوک اعلان کر دیا ہے کہ وہ ایک سیاسی پارٹی ہے اور سیاسی پارٹی کی حیثیت سے انہوں نے اس کانفرنس میں اپنا مطبوعہ سیاسی منشور بھی تقسیم کیا ہے۔

ا۔ اسی شیعہ پرچہ میں لکھا ہے کہ:

> ''مولانا عارف الحسینی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ پاکستان اسلامی نظام کے قیام کے کے لیے حاصل کیا گیا تھا لیکن آج تک یہاں اسلام نافذ نہیں ہو سکا۔ جمہوریت کے بقاء کا مقصد بھی حاصل نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا اور انہیں نظر انداز کر کے یہ دونوں مقاصد آئندہ بھی حاصل نہیں کیے جا سکیں گے۔

انہوں نے کہا کہ:

> اہل تشیع کے نزدیک نفاذ اسلام کی جدوجہد کا مطلب یہ ہے کہ ہر مکتب فکر کے مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو۔ لیکن بیرونی دشمن کے مقابلے میں یہ تمام مکاتب فکر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں... پاکستان کی سیاست پر امریکہ کا کنٹرول ہے اس لیے خدشہ ہے کہ ایران پر حملہ کے لیے پاکستان کا کوئی اڈہ استعمال کیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اہل تشیع امریکہ اور حکومت پاکستان دونوں کے خلاف انتہائی سخت کارروائی کریں گے۔

مولانا عارف الحسینی نے کہا کہ:

پاکستان میں قومیت کا فتنہ روس اور فرقہ واریت کا فتنہ امریکہ کا پیدا کردہ ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر استعماری مفادات حاصل کیے جائیں.... انہوں نے تنگ نظری اور ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے فتوے جاری کرنے کی روایات ترک کر کے ایک دوسرے کے احترام کی روایت پیدا کرنے اور اس پر عمل کرنے پر زور دیا الخ۔

(ہفت روزہ شیعہ ۸/۱ جولائی ۱۹۵۷ء)

''مشرق'' کی رپورٹ

کانفرنس میں عالمی سامراج کے خلاف اور کلمہ حق کی سربلندی کے لیے علامہ آیت اللہ خمینی کی جدوجہد کی مکمل تائید وحمایت کا اعلان کیا گیا اور آیت اللہ خمینی کے جانشین کے طور پر آیت اللہ المنتظری کے تقرری کی تائید کی گئی الخ (روزنامہ مشرق لاہور ۷/ جولائی ۱۹۸۷ء)۔

۲۔ کانفرنس میں نعرے لگائے گئے ۔نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔سب مسلمان بھائی بھائی۔ امریکہ تیری شامت آئی۔امریکہ کا جو یار ہے، اسلام کا غدار ہے۔قرآن وہ کتاب ہے جو رہبر انقلاب ہے۔ جو اُسوہ رسولؐ ہے ہمارا وہ اصول ہے۔سنی شعیہ بھائی بھائی۔مولانا عارف حسین حسینی نے اپنی تقریر میں کہا کہ:

آج کے اس اجتماع نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کے عوام قرآن وسنت کے زبردست حامی ہیں اور یہ الزام غلط ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ قرآن مجید کو تحریف شدہ کہہ کر اسے تسلیم نہیں کرتے۔اس طرح یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ سنت کے بھی پیروکار ہیں۔انہوں نے کہا کہ اتنے بڑے اجتماع نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے۔کہ ان افراد کو ساتھ لیے بغیر ملک میں جمہوریت نافذ نہیں ہو سکتی... انہوں نے کہا کہ اب ان حکمرانوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اسلام نافذ کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔اب تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی ذمہ داریاں اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہیں کہ پہلے

تو صرف شیعہ مکتب فکر کی بات کی جاتی تھی اب پورے ملک میں اسلامی نظام قائم کرانے کی ذمہ داری بھی تحریک پر آ گئی ہے الخ۔

۴۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی سپریم کونسل کے رکن آغا علی موسوی نے کہا کہ:
اگر محرم میں کسی شیعہ کو چوٹ لگی تو پورے پاکستان کے شیعہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے تین کروڑ شیعہ افراد کے پاس پہلے کوئی سیاسی جماعت نہیں اب وہ ملک میں سب سے بڑی سیاست جماعت بن کر ابھریں گے۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی سپریم کونسل کے رکن مولانا محمد حسین نجفی نے کہا کہ حضرت امام حسینؓ نے عظیم قربانی نہ دی ہوتی تو آج اسلام کا نام باقی نہ رہتا مگر ان کی عزاداری پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں الخ (مشرق لاہور ۸ر جولائی ۱۹۸۷ء)

جنگ لاہور کی رپورٹ

جنگ کی رپورٹ میں یہ بھی درج ہے کہ:
''مولانا سید مشہود کاظمی نے کہا کہ اب ہم کوئی ظلم برداشت نہیں کریں گے۔ گزشتہ سال شیعہ سنی کو ایک سازش کے تحت لڑایا گیا جبکہ شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں اور وہ آپس میں کسی قسم کی محاذ آرائی نہیں چاہتے۔ لیکن دشمن اسلام امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کی جائے اور انہیں آپس میں لڑا کر کمزور کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ شیعہ اور سنی میں پہلے سے زیادہ اتحاد قائم ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم اپنے علم اور امام باڑے جلانے کی کسی کو بھی اجازت نہیں دیں گے الخ۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۷ر جولائی ۱۹۸۷ء)

۲۔ ایک مقرر سید ریاض حسین نجفی نے کہا کہ:
''صدر ضیاء الحق کو ہٹا کر ہی امام خمینی جیسا انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ مقررین اور سامعین نے بار بار ایران کے رہنما امام خمینی کے انقلاب کی تعریف اور ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے نعروں کا اعادہ کیا

".. کانفرنس میں مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے جن میں پیپلز پارٹی کے کئی رہنما بھی موجود تھے"۔

(جھلکیاں، جنگ لاہور، ۷ر جولائی ۱۹۸۷ء)

موسوی گروپ شامل نہیں ہوا

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے دو متوازی گروپ ہیں ایک کے قائد مولوی عارف حسینی ہیں اور دوسرے کے مولوی حامد علی موسوی ہیں اور موسوی گروپ اس کانفرنس میں شریک نہیں ہوا۔ چنانچہ جنگ لاہور میں یہ خبر شائع ہوئی کہ:

• شیعہ رہنما آصف علی میر ناظم اعلیٰ تنظیم سید الساجدین بیمار کربلا ماتی کورنے ایک بیان میں ملک کے شیعہ علمائے کرام، ذاکرین عظام، اکابرین قوم، وکلا اور عزاداران امام حسین کو قرآن وسنت کانفرنس میں شرکت نہ کرنے پر مبارک باد دی ہے خصوصاً علامہ طالب جوہری۔ علامہ نصیر الاجتہادی، علامہ عقیل ترابی، علامہ کمیلی، علامہ سید عباس حیدر عابدی۔ مولانا آغا سید ضمیر الحسین نجفی، مولانا سید بادشاہ حسین مجتہد پاراچنار، مولانا تاج الدین حیدری، ان کے علاوہ ایک سو سے زائد نامور علماء و ذاکرین شامل نہیں ہوئے ۔آصف علی میر نے کہا شیعان حیدر کرار کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والوں کا بھرم کھل گیا ہے۔ لہٰذا اب قائد ملت اسلامیہ کا لقب استعمال کرنے کے بجائے قائد ملت بلتستان استعمال کرنا چاہئے۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۸ر جولائی ۱۹۸۷ء)

قرآن وسنت کانفرنس کا جال

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے ۶ر جولائی ۱۹۸۷ء کو مینار پاکستان لاہور کے میدان میں جو کانفرنس منعقد کی گئی ہے یہ دراصل ایک خوبصورت جال ہے جو مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی حقیقت سے ناواقف مسلمانوں کو قابو کرنے کے لیے پھیلایا گیا ہے ورنہ شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ قرآن میں تحریف وتبدیلی ہو جانے کا ہے جیسا کہ سابقہ عبارتوں سے

واضح ہوتا ہے اور یہ امر بھی خاص طور پر قابل غور ہے کہ شیعوں نے اسی سال نزول قرآن کا ہفتہ منایا ہے۔ پاکستان کے چالیس سالہ دور میں (اور اس سے پہلے بھی) مسلمانان اہلسنت والجماعت تو رمضان مبارک میں تراویح میں قرآن مجید سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ نوافل میں بھی قرآن مجید سنایا جاتا ہے اور حفاظ حضرت آپس میں قرآن حکیم کا دور کرتے رہتے ہیں۔ لیکن رمضان مبارک میں شیعہ امام باڑوں اور مساجد میں سناٹا چھایا رہتا ہے اور اگر وہاں رونقیں ہوتی ہیں تو محرم اور چہلم میں اور ان میں بھی ماتمی افعال کا ہی پرجوش مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ قرآن وسنت سے جن کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

۲۔ اس کانفرنس میں یہ بھی نعرہ لگایا گیا کہ: ''قرآن وہ کتاب ہے جو رہبر انقلاب ہے''۔ یہ بات حق ہے اور ہم سنی مسلمان تو اس حقیقت کا اعلان کر سکتے ہیں لیکن کیا شیعہ عقیدہ کی بناء پر یہ بات صحیح ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کے عقیدے کے تحت خود رسول اللہ ﷺ بھی (جن پر قرآن حکیم نازل ہوا ہے) قرآن کے ذریعہ اسلامی انقلاب نہیں پیدا کر سکے۔ اور ۲۳ سالہ دور رسالت ﷺ کی تبلیغ ومحنت کے باوجود سوائے گنتی کے چند افراد کے مخلص مومن نہیں پیدا کر سکے۔ چنانچہ ان کی مستند ترین کتاب حدیث فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ میں ہے:

''عن ابی جعفر علیه السلام قال کان الناس اهل ردّة بعد النبی صلی الله علیه و آله وسلم الا ثلثة نقلت و من الثلاثة فقال مقداد بن الاسود و ابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمة الله علیهم و برکاته. امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبیؐ کے بعد لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ سوائے تین کے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون ہیں تو (امام) نے فرمایا: مقداد بن الاسود۔ ابوذر غفاری اور سلمان فارسیؓ)''

فرمایئے اگر شیعہ مذہب میں قرآن رہبر انقلاب ہوتا تو اس کا یہی نتیجہ نکلتا کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صرف تین مذکورہ اہل ایمان رہ گئے تھے اور تمام صحابہ کرامؓ (جن میں مہاجرین اولین

وانصار مدینہ بھی ہیں اور خلفائے ثلثہ بھی ہیں) دین اسلام سے پھر گئے تھے۔العیاذ باللہ اگر یہ بات مان لی جائے تو آج قرآن کس شخصیت کے ذریعہ انقلاب لائے گا۔

عبرت عبرت۔عبرت

(ب) پھر یہ تین چار مومن بھی اتنے کمزور اور تقیہ باز نکلے کہ انہوں نے بھی خوف کی وجہ سے بادل نخواستہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی بیعت کر لی۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ نجف میں ہے:

ما من الامة بايع مكرها غير علي و ار بيعتنا. امت میں سے کسی نے (حضرت ابو بکرؓ کی) بیعت جبراً نہیں کی سوائے حضرت علیؓ اور مقداد۔ سلمان فارسی۔ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر کے کہ انہوں نے مجبوراً بیعت کی۔"

تو یہ چار پانچ اصحاب رسول اللہ ﷺ بھی انتہائی درجے کے کمزور اور تقیہ باز نکلے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے قربانی نہ دے سکے۔

فرمائیے کیا قرآن کے رہبر انقلاب ہونے کا یہی مطلب ہے کہ جس دور میں قرآن نازل ہوا اس وقت تو کوئی ایک بھی مخلص اور جانباز مومن پیدا نہیں ہو سکا، تو آج فقہ جعفریہ کے نفاذ کی تحریک کون سا قرآنی انقلاب پیدا کرے گی؟ انا للہ و انا الیہ راجعون..

شیعہ مذہب میں سنتِ رسول ﷺ کی حیثیت

ہم اہل السنّت والجماعت تو ببانگ دہل قرآن وسنت کے نظام کے قائل ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآنی انقلاب اسلام کے ابتدائی دور میں سنت رسول اللہ ﷺ کے فیضان سے ہی ظہور پذیر ہوا۔ قرآن علم الٰہی ہے اور سنت عمل قرآن ہے۔ جو کچھ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بندوں کی رہنمائی کے لیے احکام نازل فرمائے ہیں ان کا کامل و مکمل عملی نمونہ رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین ﷺ کی سنت جامعہ اور سیرت مقدسہ میں ہے اور ہم اسی سنت مقدسہ کی نسبت سے اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ لیکن شیعوں کے نزدیک تو سنت رسول

اللہ ﷺ برائے نام ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی تبلیغ حق کرنے میں العیاذ باللہ ہچکچاتے تھے۔ (بشارت الدارین صفحہ ۱۰۹-۱۰۶)

رسولِ خدا تبلیغ امامت میں لوگوں سے ڈرتے تھے (خمینی)

ایران کے انقلابی رہنما خمینی صاحب سورۃ المائدہ کی آیت یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے تحت لکھتے ہیں:

از یں آیت بواسطہ ایں قرآئن و نقل احادیث کثیرہ معلوم شود کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خوف از مردم داشتہ واگر کسے رجوع بتواریخ واخبار کند می فہمد کہ ترس پیغمبر بجا بودہ الخ''

(کشف اسرار صفحہ ۱۶۵)۔

ترجمہ: ان قرائن اور احادیث کثیرہ کی بناء پر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر (حضرت علیؓ کی) امامت کی تبلیغ میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور اگر کوئی شخص تاریخی کتب اور روایات کا مطالعہ کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ پیغمبر کا خوف بجا تھا۔ الخ

رسول خدا ﷺ کامیاب نہیں ہوئے

تہران ٹائمز ۲۹ رجون ۱۹۸۰ء میں خمینی صاحب کا ایک پیغام شائع ہوا تھا جو انہوں نے نیشنل ٹیلی ویژن کے دوسرے حصے کے افتتاح کے موقعہ پر دیا تھا۔ اس میں امام مہدی کے متعلق اپنا یہ عقیدہ بیان کیا تھا کہ:

''امام زماں سماجی بہبود اور انصاف کا پیغام لائیں گے جس سے تمام دنیا کی کایا پلٹ جائے گی۔ یہ ایک ایسا کام ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے حضرت محمد ﷺ بھی مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لیے مسلمانوں کو بہت خوشی ہے تو امام زماں کے لیے تمام انسانیت کو بہت خوشی ہونا چاہیے۔ میں اس کو لیڈر نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ تھے میں اس کو سب سے پہلا بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کا کوئی دوسرا نہیں۔ الخ

(ماخوذ از پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ راگست ۱۹۸۰ء)

۲۔لوگوں کے خوف سے حضرت علیؓ کی امامت کی تبلیغ میں تاخیر کرنے کا ذکر شیعہ مذہب کی مستند کتاب ''حیات القلوب'' میں پایا جاتا ہے اور خمینی صاحب نے بھی اسی قسم کی روایات سے مذکورہ نتیجہ نکالا ہے۔ چنانچہ آیت بلغ ما انزل الیك من ربك کے تحت شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے حسب ذیل روایت پیش کی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ علی کو میری مخلوق کے درمیان علم (نشان) قرار دیجیے اوران لوگوں سے اس کی بیعت لیجیے اور میرا وہ عہد و پیماں جو (روز الست میں) ان سے لے چکا ہوں ان کو یاد دلائیے...... یہ احکام سن کر جناب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے خوف زدہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شقاق و نفاق پراگندہ ہو جائیں اور اپنی جاہلیت اور کفر کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ ان کو علیؓ سے کس درجہ عداوت ہے...... لہٰذا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کریں کہ مجھ کو منافقوں کی شر سے محفوظ رکھے اور آنحضرت ﷺ اسی کا انتظار کر رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام خدا کی کتاب سے حفاظت کی خوشخبری لے کر آئے لہٰذا آنحضرت ﷺ نے مسجد خیف تک اس حکم کی تبلیغ ملتوی کر دی۔ پھر مسجد خیف میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے کہ عہد ولایت کی تبلیغ فرمائیں اور علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنائیں، لیکن محافظت کا وعدہ بیان نہ کیا جو حضرت نے طلب کیا تھا اس لیے حضرت نے پھر تاخیر فرمائی اور کراع الغیم تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے وہاں پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے لیکن حفاظت کی آیت نہ لائے تو حضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور مقام غدیر خم تک پہنچے جو جحفہ سے تین میل پہلے ہے تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے جبکہ دوپہر ہو چکی تھی اور حکم تاکیدی نہایت سخت اور

ساتھ ہی دشمنوں کے شر سے حفاظت کے وعدہ کے ساتھ لائے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ خداوند عظیم و جلیل آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے پیغمبر بزرگ علی کے بارے میں جو حکم تم پر نازل ہو چکا ہے اس کی تبلیغ کر دو۔ اگر نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور خدا تم کو لوگوں کو شر سے محفوظ رکھے گا۔ الخ (حیات القلوب مترجم اُردو جلد دوم صفحہ ۸۰۷ ۔ ناشر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندورن موچی دروازہ لاہور)۔

فرمایئے اگر لوگوں کے خوف سے امام الانبیاء والمرسلین ﷺ حق تعالیٰ کے قطعی اور صریح حکم (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے اعلان) کی تکمیل میں اس طرح تاخیر در تاخیر کرتے ہیں اور اس وقت تک اظہار نہیں فرماتے جب تک کہ جان کی حفاظت کرنے کا قادر مطلق وعدہ نہیں کرتا اور پھر اظہار بھی گول مول ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** (یعنی میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں) حکم خداوندی تو حضرت علیؓ کی امامت و خلافت کا تھا لیکن نہ امام کا لفظ اس میں ہے نہ خلیفہ کا۔ العیاذ باللہ۔ کیا شیعہ امامیہ کے ہاں یہی شان رسالت ﷺ ہے اور کیا تبلیغ کی یہی سنت رسالت ہے؟ کیا ایسی سنت (طریقے) کی اتباع میں نجات ہے؟ اور کیا رضائے الٰہی کے حصول کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟ تو قرآن کے ساتھ جس سنت کانفرنس کا اعلان کیا گیا ہے کیا اس طرح کی سنت سے اسلامی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے جو خوف مردم اور تقیہ پر مبنی ہو؟

رسول خدا ﷺ امام مہدی کی بیعت کریں گے

شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد ﷺ بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکہ اول کیسکہ با او بیعت کند محمد باشد و بعد از اں علی۔"

(حق الیقین فارسی صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ طہران)

ترجمہ۔ نعمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد (

یعنی امام مہدی) ظاہر ہوں گے اور خدا فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا تو سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے محمد (رسول اللہ ﷺ) ہوں گے اور ان کے بعد (حضرت) علیؓ ۔

اگر رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ و التحیہ کی کچھ شان باقی تھی تو اس روایت نے وہ بھی ختم کر دی۔ گویا کہ رسالت محمدیہ امامت مہدویہ کے تابع ہو جائے گی اور ابوالائمہ حضرت علیؓ کی امامت بلافصل بھی امامت مہدی کے سامنے جھک جائے گی۔ العیاذ باللہ۔

یہ ہے شیعہ امامیہ کے عقیدہ میں حیثیت رسالت اور شان خلافت بلافصل۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے تو قرآن و سنت کا نام لینا بھی ایک مذاق سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ واللہ الہادی۔

کسی امام نے بھی فقہ جعفریہ نافذ نہیں کی

شیعہ امامیہ کے عقیدے میں حضرت علیؓ سے لے کر حضرت مہدی تک بارہ امام بذریعہ وحی نامزد امام ہیں اور یہ سب حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ وغیرہ انبیائے سابقین سے افضل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک منصبِ امامت منصبِ نبوت سے افضل ہے۔ العیاذ باللہ۔ ان کے نزدیک امام حسن عسکری تک گیارہ امام تو لوگوں کے سامنے آچکے ہیں لیکن آخری امام حضرت مہدی جو سنہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور ایک غار میں روپوش ہیں اور قرب قیامت میں ظہور فرمائیں گے۔ لیکن امت پر ان کی امامت کا عقیدہ لازم ہے اگر کوئی شخص شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت مہدی کی امامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی موت جاہلیت اور کفر کی موت ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ناکام رہے

ہمارے (اہلسنت والجماعت) کے عقیدے کے تحت آنحضرت ﷺ کے بعد قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علیؓ (حسب آیت استخلاف و آیت تمکین) بالترتیب

برحق خلیفہ اور قطعی جنتی ہیں، چنانچہ سورۃ النور کی آیت استخلاف دیکھیے:

(وعد الله الذین آمنوا و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم) (الآیۃ) وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے اور کیے ہیں نیک کام البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کا دین جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے نیز کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس پیچھے سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

اس آیت استخلاف کے تحت حجۃ السلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ لکھتے ہیں:

"اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یارؓ کے لیے تھا"۔

(ہدیۃ شیعہ طبع قدیم صفحہ ۵۶)

قرآن کی خلافت راشدہ موعودہ کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیف ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں پائی جاتی ہے جو چار جلدوں میں اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اور میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں بھی موعودہ خلافت راشدہ کی توضیح کی گئی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے عقیدہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن و سنت کے تحت صحیح اسلامی نظم حکومت قائم فرمایا اور وہ اصولاً پہلے تین خلفائے راشدین کے نظام حکومت کے مطابق تھا نہ کہ مخالف۔ لیکن شیعہ امامیہ کا جو عقیدہ ہے وہ حسب ذیل روایت اور سوال و جواب سے واضح ہوتا ہے۔ مشہور شیعہ مناظر مولوی محمد اسماعیل آنجہانی سے کسی نے سوال کیا:

"حضرت رسول کریم ﷺ کی شریعت میں خلفائے ثلثہ نے کیا کیا تبدیلیاں کیں؟ تو

انہوں نے جواب دیا کہ: ''باعتقاد شیعہ حضرات ثلثہ نے شریعت محمدیہ میں متعدد تبدیلیاں کی ہیں جن کی طرف جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ خاصہ میں ارشادات فرمائے۔'' دیکھئے روضہ کافی صفحہ ۲۹ تا صفحہ ۳۰۔ مطبوعہ نولکشور (لکھنو)۔

ترجمہ: سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ فرمایا۔ حمد وصلوۃ کے بعد متوجہ ہوئے اس وقت آپ کے پاس اہل بیت اور کچھ خواص اور شیعہ بیٹھے تھے۔ فرمایا مجھ سے پہلے والیوں نے کچھ ایسے اعمال کیے ہیں جن میں انہوں نے جان بوجھ کر رسول کی مخالفت کی ہے اور حضرت کے عہد کو توڑا ہے اور حضور ﷺ کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں لوگوں کو ان اعمال کے ترک کرنے پر آمادہ کروں اور ان اعمال کو ان کے اصلی مقام پر لوٹا دوں اور ویسے ہی کر دوں جیسے کہ عہد رسالت مآب میں تھے تو میرا لشکر مجھے چھوڑ جائے گا حتیٰ کہ میں تنہا رہ جاؤں گا یا میرے قلیل شیعہ رہ جائیں گے جنہوں نے میری فضیلت کو اور میری امامت کے فرض ہونے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مانا ہے۔ مجھے بتاؤ اگر میں مقام ابراہیم کی نسبت حکم دوں کہ اسے اسی مقام پر لوٹا دو جہاں رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور فدک کو فاطمہ کی طرف لوٹا دوں... اور ظلم کے تمام فیصلے بدل دوں جو، جور سے کیے گئے ہیں اور غلط نکاحوں سے لوگ عورتیں لیے بیٹھے ہیں ان کو ان کے اصلی خاوندوں کی طرف لوٹا دوں اور مسح علی الخفین کو حرام کردوں اور نبیذ تمر کے پینے والوں پر حد جاری کر دوں۔ متعہ الحج اور متعہ النساء کے حلال ہونے کا فتوی دے دوں اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا امر کروں، بسم اللہ بالجہر پڑھنا لازم کردوں اور جو لوگ حضور کے ساتھ مسجد نبوی میں بلا اذن داخل کیے گئے ہیں ان کو نکال دوں حالانکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نکال دیا تھا اور جو رسول اللہ ﷺ کے بعد نکال دیے گئے تھے ان کو داخل کردوں اور لوگوں کو قرآن مجید پر آمادہ کردوں... اور وضو، غسل اور نماز کو ان کے اصلی اوقات اصلی شرائع واحکام اور اصلی مواضع کی طرف لوٹا دوں... اور

اسیرانِ فارس اور باقی امتوں کے قیدیوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں لوٹا دوں تو اسی وقت سب لوگ مجھ سے متفرق ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم میں نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ماہ رمضان میں سوائے فریضہ کے جمع نہ ہوں یعنی جماعت نہ کرائیں اور میں نے ان کو یہ بھی بتایا تھا کہ نوافل کی جماعت بدعت ہے پس میرے بعض اہل لشکر جو میرے ساتھ ہو کر مخالفین سے لڑ رہے تھے اونچی اونچی پکار رہے تھے کہ اے مسلمانو۔ عمرؓ کی سنت بدل دی گئی۔ علی رضی اللہ عنہ ہم کو ماہ رمضان میں نماز نوافل سے روکتا ہے۔ الخ

(جواب الاستفسارات صفحہ ۶ تا ۸)

ہم نے بخوف طوالت اصلی عربی عبارت کے بجائے شیعی مناظر مولوی اسمعیل صاحب کا ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ علماء کے نزدیک مذکورہ حدیث صحیح ہے اور حسب ارشاد علی المرتضیٰؓ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے وہی نظام قائم فرمایا جو خلفائے راشدین کا قائم کردہ تھا۔ نہ آپ متعہ حلال کرنے کا اعلان کر سکے نہ نماز تراویح کو بند کر سکے۔ نہ نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھ سکے اور نہ ہی قرآن وسنت کا نظام قائم کر سکے بلکہ حسب روایت انہوں نے خلاف قرآن وسنت نظام جاری رکھا۔ ان کی خلافت میں ہر قسم کے منکرات موجود تھے تو پھر دور حاضر کے انقلابی شیعوں کا یہ دعویٰ کہ خمینی صاحب نے ایران میں کتاب وسنت کا نظام نافذ کر دیا ہے اور وہ پاکستان میں بھی قرآن وسنت کا نظام نافذ کریں گے بالکل بے بنیاد ہے۔ جب تک وہ یہ نہ ثابت کریں کہ امام الائمہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن وسنت کا صحیح نظام نافذ کیا تھا۔ ان کا یہ دعویٰ ومشن ایک پرفریب خیال ہے۔

حضرت علی قاضی شریح کو نہ ہٹا سکے (خمینی)

بزعم خود نائب امام مہدی خمینی صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت امیر (یعنی حضرت علیؓ) نے شریح سے خطاب کیا کہ تم ایسے منصب پر بیٹھے ہو کہ جس پر سوائے نبی وصی نبی یا شقی کے کوئی نہیں بیٹھتا۔ شریح وہ شخص ہے جو پچاس

ساٹھ سال کوفہ میں منصب قضا پر رہا ہے اور ان علماء میں سے ہے، جنہوں نے معاویہ کی بارگاہ قرب حاصل کرنے کے لیے باتیں کی ہیں اور فتوے صادر کیے ہیں۔ اور حکومت اسلامی کے خلاف کیا ہے۔ حضرت امیر اپنی حکومت کے دوران بھی اسے معزول نہ کر سکے۔ لوگوں نے ایسا نہ کرنے دیا اور اس عنوان سے کہ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق) نے اسے نصب کیا اور آپ ان کے خلاف عمل نہ کیجئے۔ اسے آنحضرت ﷺ کی حکومت عدل پر لاد دیا گیا۔ (حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ مترجم اُردو صفحہ ۳۴ ناشر کتب خانہ شاہ نجف اندرون موچی دروازہ لاہور)

جب خلیفہ بلافصل حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا (حسب تصریح علامہ خمینی) یہ حال ہے کہ وہ ایک ظالم و جائز قاضی شریح کو بھی اپنی خلافت کے دوران نہ ہٹا سکے اور خلاف شریعت احکام ان کے دور میں جاری رہے تو پھر زمانہ حال کے شیعہ کیونکر اسلامی انقلاب لائیں گے؟

حضرت علیؓ کی گردن میں رسی (ملا باقر مجلسی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیعت خلافت کے سلسلہ میں شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی (مولف حق الیقین وحیات القلوب وغیرہ) حضرت علی المرتضیؓ کی جبری بیعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اشقیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں ریسماں (یعنی رسی) ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ و بروایت دیگر جب دروازہ در دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہؓ اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی (یعنی حضرت عمرؓ) نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازوئے جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا اور حضرت رسول ﷺ نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی صدمہ سے انتقال کیا۔ و بروایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت

دوم (یعنی حضرت عمرؓ) دروازہ شکم محترم جناب فاطمہؓ پر گرادیا اوران کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا۔ پھر جناب امیر کو مسجد میں لے گئے۔ جفا کار اور اشقیائے امت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و بریدہ اسلمی روتے پیٹتے اور کہتے تھے کیا جلد حضرت رسول خدا ﷺ سے تم لوگوں نے خیانت کی، کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا الخ (جلاء العیون مترجم جلد اول صفحہ ۲۰۶ ناشر۔ منیجر شیعہ جنرل بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور)

حضرت علی المرتضیٰؓ کے گلے میں رسی ڈال کر زبردستی بیعت کرنے کا ذکر شیعہ مذہب کی مستند کتاب "احتجاج طبرسی" جلد اول صفحہ ۲۱۸ میں بھی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مجتہد نے بھی اپنی کتاب "تجلیات صداقت" صفحہ ۳۷۸ و صفحہ ۴۴۶) پر اس کو تسلیم کیا ہے۔ مندرجہ روایت کے الفاظ بابار پڑھیں اور نتیجہ نکالیں کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک بلا فصل خلیفہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ کی کیا حیثیت ہے جن کو قادر مطلق نے امام اول کے طور پر نامزد فرمایا تھا؟ ایسے کمزور ترین خلیفہ کی خلافت کا کیا فائدہ اور کون صاحب عقل و ہوش انسان اس قسم کی روایات کو قبول کر سکتا ہے؟ کاش کے شیعہ امامیہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شجاعت اور شرعی عظمت کو تو محفوظ رکھتے؟ ان کے نزدیک خلفائے ثلثہؓ اور ان کے پیرو کار صحابہ تو ظالم و غاصب بن گئے العیاذ باللہ۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ جو خلافت کے حق دار تھے وہ اتنے کمزور اور بے بس نکلے۔ تو آنحضرت ﷺ پر براہ راست ایمان لانے والوں اور سالہا سال فیضان حاصل کرنے والوں کا اگر یہی حال اور یہی مغلوبیت ہے تو اسلام میں باقی کیا چیز رہ جاتی ہے جس کی طرف غیر مسلموں کو دعوت دی جاسکے؟

عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

امامت ریاستِ عامہ ہے (عقیدہ شیعہ)

بعض دفعہ شیعہ علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ گو حضرت علیؓ خلافت ظاہری میں کامیاب

نہیں ہوئے، لیکن ان کا اصلی منصب امامت کا تھا اور امامت کی صفات میں وہ سب ائمہ سے افضل اور اکمل ہیں لیکن یہ جواب تلبیس پر مبنی ہے، کیونکہ امامت اور خلافت کے لیے ریاست عامہ کا حصول اور احکام شریعت کا نفاذ لازمی ہے۔ چنانچہ شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر حسن امروہی لکھتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے بہ نیابت رسول امام کا کام قوانین شرعیہ کا قائم کرنا اور حفاظت حدود دین کرنا ہے۔ کافۂ امت پر امام کا اتباع لازم ہے''

(عقائد شیعہ صفحہ۴۰)

اور مجتہد محمد حسین ڈھکو نے بھی اثبات الامامت میں امامت کی یہی تعریف لکھی ہے۔ اس تعریف کی بنا پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حسب اعتقاد شیعہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے منصب امامت کی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں، احکام شریعت نافذ نہیں کر سکے، اس لیے ان کی امامت ہی کالعدم ہے تو پھر کلمہ اور اذان میں خلیفہ بالافصل کا اعلان تقیہ کی کس قسم میں شامل ہے؟

۲۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے جانشین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے تو صرف چند ماہ خلافت کی اور پھر خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ تو جب ریاست عامہ سے دستبردار ہو گئے تو گویا امامت سے ہی دستبرداری اختیار کر لی اور اپنی ریاست عامہ حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی اور انہی کی خلافت میں اپنی زندگی کے قریباً دس سال گزارے۔ آپ کے بعد حضرت امام حسینؓ تو شہید ہو گئے اور ریاست حاصل ہی نہ کر سکے اور ان کے بعد امام حسن عسکری تک تو کسی کو ریاست عامہ تو کیا کسی جگہ کوئی اقتدار نصیب ہی نہیں ہوا اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ جن کی طرف منسوب ہے، یعنی امام جعفر صادق تو ان کو بھی اقتدار نہیں ملا چہ جائیکہ کتاب وسنت کا نظام قیام کرتے اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کی جھلک دیکھتے۔ غرض کہ ان گیارہ ائمہ میں سے تو کسی نے بھی کتاب وسنت کا نظام قائم نہیں فرمایا اور نہ ہی فقہ جعفریہ کا کہیں نفاذ ہوا۔ تو ان گیارہ اماموں کا نام لینے والے اور ان کی دہائی دینے

والے، جو اپنے آپ کو اثنا عشری شیعہ کہتے ہیں آج کس منہ سے کہہ رہے ہیں کہ ہم پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کریں گے اور نفاذ فقہ جعفریہ ہمارا حق ہے؟

دین چھپانے میں عزت اور ظاہر کرنے میں ذلت (جعفر صادق)

قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمه اعزه الله و من اذاعه اذله الله: فرمایا ابوعبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اے سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔" (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم صفحہ ۲۴۵ کتاب الایمان والکفر۔ باب الکتمان)

امام جعفر صادق کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ دین شیعہ چھپانے کی چیز ہے نہ کہ ظاہر کرنے کی۔ یہاں یہ تاویل نہیں ہو سکتی کہ اس دور کے تقاضا کے تحت دین ظاہر نہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے بلکہ انکم علی دین فرمایا یعنی یہ تمہارا دین ہی ایسا ہے کہ اس کے چھپانے میں عزت اور ظاہر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت ہوتی ہے۔

اب تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی قائدین سے ہمارا سوال ہے کہ فقہ جعفریہ امام جعفر صادق کی طرف ہی منسوب ہے اور آپ کا ارشاد اصول کافی جیسی شیعہ مذہب کی مستند ترین کتاب میں منقول ہے۔

> تو اگر تم امام جعفر صادق کے پیرو ہو تو تم پر لازم ہے کہ دین شیعہ اور اس کی فقہ جعفری کو چھپاؤ اور بالکل ظاہر نہ کرو۔ ورنہ امام کے فرمان کے تحت بارگاہ خداوندی میں تمہیں بجائے عزت کے ذلت نصیب ہوگی۔

کیا کوئی شیعہ مجتہد اور آیت اللہ ایسا ہے جو امام جعفر صادق کی اتباع میں زندگی گزارے اور تبلیغ و اشاعت شیعیت کا نام تک نہ لے۔ چہ جائیکہ نفاذ فقہ جعفریہ کے لیے مستقل تحریک چلائی جائے اور قربانیوں کی دھمکی دی جائے۔ الیس منکم رجل رشید.

سنی شیعہ بھائی بھائی کیوں؟

قرآن وسنت کانفرنس لاہور میں دوسرے نعروں کے ساتھ سنی شیعہ بھائی بھائی کے نعرے بھی لگائے گئے (روزنامہ مشرق لاہور ۸ر جولائی ۱۹۸۷ء)۔ سنی شیعہ بھائی بھائی کا نعرہ اور وہ بھی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی قرآن وسنت کانفرنس لاہور میں بہت عجیب وغریب تقیہ پر مبنی ہے اور یہ ایک خطرناک دام ہمرنگ زمین ہے۔ کوئی ان شیعہ علماء ومجتہدین سے دریافت کرے کہ کس دین کی بنیاد پر سنی شیعہ بھائی بھائی بنتے ہیں؟ سوادِ اعظم اہلسنت و الجماعت اور تمام ملت اسلامیہ کا بنیادی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس میں صرف توحید ورسالت کا اقرار پایا جاتا ہے اور یہی حضور خاتم الانبیاء، صحابہ کرام، اہل بیت عظامؓ سے ثابت ہے۔

برعکس اس کے:

۱۔ اثنا عشری شیعوں کا کلمہ اسلام وایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل ہے جس میں توحید ورسالت کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل کا بھی اضافہ ہے۔

۲۔ سنی شیعہ اذان بھی مختلف ہے۔ شیعہ اذان میں توحید ورسالت کی شہادت کے علاوہ اشهد ان علیا ولی اللہ و وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل میں حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کی بھی شہادت دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے لے کر امام حسن عسکری تک کسی امام سے شیعہ علی وصی اللہ اور خلیفتہٗ بلا فصل والی اذان ثابت نہیں کر سکتے؟

۳۔ اور صرف یہ نہیں کہ توحید ورسالت کے ساتھ تیسری جزو کا خود ساختہ اعلان کرتے ہیں بلکہ اس اعلان کے ذریعہ پہلے تین خلفائے راشدین کی موعود قرآنی خلافت کی نفی کر کے ہر سنی مسلمان کی دلآزاری کا باعث بنتے ہیں۔ تو پھر سنی مسلمان کسی شیعہ کا دینی بھائی کیونکر بن سکتا ہے؟

۴۔ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں اصول دین تین ہیں:

۱۔ توحید۔

۲۔ نبوت۔

۳۔ قیامت۔

اور یہ اصول ساری امتوں کے لیے ہیں اور قرآن مجید میں جا بجا ان کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن شیعہ امامیہ کے عقیدہ میں اصول دین پانچ ہیں۔

۱۔ توحید۔

۲۔ عدل۔

۳۔ نبوت۔

۴۔ امامت۔

۵۔ قیامت۔

اور ان میں سے بھی امامت کا درجہ نبوت سے افضل ہے۔ چنانچہ علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"امامت بالاتر از رتبہ پیغمبری است" (حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۰) اور امامت پیغمبری کے رتبہ سے بہت بلند ہے۔

تو ان اصول خمسہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں سے جس اصل دین کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ جس طرح توحید۔ نبوت اور قیامت کا منکر کافر ہے اسی طرح امامت کا منکر بھی کافر ہی قرار دیا جائے گا اور یہی اصول خمسہ شیعہ امامیہ کی چھوٹی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ شیعہ امامیہ کی طرف سے جو نماز کی کتابیں شائع ہیں ان سب میں ان پانچوں اصول کی تصریح اور توضیح پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اثنا عشری دینیات کی پہلی کتاب (مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور) صفحہ ۱۶ پر پانچوں اصول دین کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"جو خدا کو وحدہ لاشریک اور عادل نہ جانے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا نبی نہ سمجھے، بارہ اماموں کی امامت کا قائل نہ ہو اور قیامت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ کافر ہے مسلمان نہیں"

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، میری کتاب: ''میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ۔'' فرمایئے شیعہ مذہب میں جو عقیدہ امامت ہے اس کا کوئی سنی بھی قائل نہیں ہے خواہ وہ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو یا بریلوی مکتب فکر سے۔ تو جب شیعہ عقیدہ امامت کی بنا پر العیاذ باللہ سنی کافر ہے تو پھر کس سنی کو ''سنی شیعہ بھائی بھائی'' کے نعرے میں شریک کرنا چاہتے ہو؟

۵۔ حقیقت یہ ہے کہ سنی اور شیعہ دونوں مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ دین ہیں اور پیدائش سے لے کر قبر تک اسلام کے اصول وفروع میں دونوں کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جب کلمہ اسلام وایمان دونوں کا جدا جدا ہو گیا تو پھر سُنی شیعہ اتحاد کی کونسی بنیاد باقی رہ جاتی ہے۔

فرقہ اثنا عشریہ اور صحابہؓ

چونکہ صحابہ کرامؓ، ازواج مطہرات اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین شیعوں کے مزعومہ عقیدہ امامت کے قائل نہ تھے، اس لیے شیعہ امامیہ سوائے چار پانچ (تقیہ باز حضرات کے) تمام صحابہ کرامؓ کو انکار امامت کی وجہ سے غیر مومن، منافق اور کافر قرار دیتے ہیں اور پاکستان میں چونکہ حکومت کی طرف سے توہین صحابہ کرامؓ پر باوجود جنرل ضیاء الحق صاحب کے تحفظ ناموس صحابہؓ آرڈیننس کے عملاً کوئی گرفت نہیں ہے، اس لیے شیعہ علماء ومصنفین کھلم کھلا اصحاب وخلفائے راشدین کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ بطور نمونہ حسب ذیل تحریرات قابل عبرت ہیں۔

تجلیات صداقت

مولوی محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

(ا) ''دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلے میں جو کچھ نزع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ) کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب وامت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان وایقان اور اخلاص سے

تہی دامن جانتے ہیں۔'' (تجلیات صداقت صفحہ ۱۰۲۔ ناشر انجمن حیدری چکوال)

۲۔ جناب امیر (یعنی حضرت علیؓ) خلافت ثلاثہ کو غاصبانہ و جائرانہ اور خلفائے ثلاثہ کو گنہگار۔ کذاب۔ غدار۔ خیانت کار۔ ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبویہ کا حقدار سمجھتے تھے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۰۶)

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق لکھا ہے۔

''باقی رہا مؤلف (یعنی مؤلف آفتاب ہدایت) کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہیں ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور ہے۔ (ایضاً صفحہ ۵۷۸)

۴۔ ''ثلثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا''۔ (صفحہ ۹۶)

۵۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

''سردار قبیلہ مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے بعد اسی رات اس کی بیوی سے منہ کالا کیا''۔ (صفحہ ۴۳۲)

۶۔ یہی ڈھکو صاحب متعہ کو سنت انبیاء اور سنت ائمہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ کہنا کہ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا'' یہ کتب شیعہ سے ناواقفی کی بین دلیل ہے ورنہ کتب شیعہ سے ائمہ طاہرین کا اس سنت نبویہ پر عمل کرنا مذکور ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۷۴)

ڈھکو صاحب اگر ائمہ طاہرین کی اولاد متعہ کی بھی فہرست شائع کر دیتے تو کیا ہی اچھا تھا۔ العیاذ باللہ۔''

ایک فرضی مناظرہ بغداد

ایک دوسرے شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش جاڑا (مقیم دریا خاں ضلع میانوالی) نے ایک فرضی ''مناظرہ بغداد'' شائع کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

۱۔ بیشک شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ لوگ ثلثہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر

فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ) دل وجان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہراً زبانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ صفحہ ۵۷)

۲۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق لکھا ہے۔

''انہوں نے مالک بن نویرہ کی بیوی کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا اور اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دو سرداروں کے سر چولہے کی اینٹوں کی جگہ رکھ کر اوپر دیگ چڑھادی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا''۔(ایضاً صفحہ ۹۹)

۳۔ خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا۔(ایضاً صفحہ ۱۰۰)

سہم مسموم

پاکستان کے ایک اور شیعہ مجتہد مولوی غلام حسین نجفی (فاضل عراق) نے اپنی کتاب ''سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم'' میں بعنوان ''جناب عمر کے متعلق قرطاس ابیض'' نمبروار ایک سو اتہامات حضرت عمر فاروق اعظمؓ پر لگائے ہیں جن کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۱۔ جناب عمر کو لقب فاروق یہودیوں نے عطا کیا تھا۔

۲۔ جناب عمر کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا۔

۳۔ جناب عمر نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا جب وہ رات کے وقت رفع حاجت کے لیے مدینے سے باہر جاتی تھیں۔

۴۔ جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔

۵۔ جناب عمر جہنم کا تالا ہے (اور بہتر تو یہ تھا کہ جہنم کا گیٹ ہوتا)

۶۔ جناب عمر نے متعہ النساء حرام کیا تھا۔

۷۔ جناب عمر نے تراویح کی بدعت جاری کی۔

۸۔ جناب عمر کی سیرت اور کردار جگہ جگہ سے زخمی ہے۔

۹۔ جناب عمر نے ہر مقام پر شریعت کی مخالفت کی ہے۔(از صفحہ ۴۲۸ تا ۴۳۷)

قول مقبول

مذکورہ شیعہ مصنف نے اپنی دوسری تصنیف ''قول مقبول'' میں قرآن کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:

''جناب عثمان ذوالنورینؓ نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہمبستری کر کے نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچائی''۔(صفحہ ۴۲۰)

۲۔ جناب عثمانؓ نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہمبستری کرتا رہا اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم وحیاء کا بارڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہمبستری کی ہے اور نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والا رحمت خدا کا حقدار نہیں ہے۔ پس شیعوں کے امام نے اس لیے فرمایا ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو اذیت دی اے خدا تو اس پر لعنت بھیج۔''(ایضاً صفحہ ۴۳۲)

مصباح العقائد

کتاب مصباح القعائد مرزا حسن الحائری الاحقاقی کی تصنیف ہے جو عراق سے بھاگ کر کویت میں مقیم ہیں۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ پاکستان میں مولوی ناصر حسین نجفی نے کیا ہے اور اس کو مبلغ اعظم اکیڈمی فیصل آباد نے ''مصباح العقائد'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا اصل نام ''نامہ شیعیان'' ہے جو فارسی زبان میں ہے اور سنہ ۱۳۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے مترجم نے صفحہ ۱۰ پر تصریح کی ہے کہ:

''اس کی طباعت کے جملہ مصارف مولف معظم متع اللہ المومنین بطول بقاءہ نے مرحمت فرمائے ہیں''۔

اس کتاب کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے اعلان نبوت کے بعد جو لوگ خلوص دل اور ارادہ مصمم کے ساتھ ایمان لائے تھے وہ بہت قلیل تھے اور باقی تمام

عرب خواہ چھوٹے تھے یا بڑے انہوں نے لالچ یا ڈر کی وجہ سے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا۔ یہ بڑے لوگ احکام وقوانین اسلام کی پرواہ تک نہ کرتے بلکہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے اور جو قلیل مخلص مومن تھے ان میں اتنی جرأت و طاقت نہیں تھی کہ وہ تمام نازل ہونے والی آیات کی تفسیر اور احکام خداوندی کی حفاظت کر سکتے اور دوسرے لوگوں تک احکام الٰہی پہنچاتے اور مخالفین کے مقابلے میں کوئی دلیل و برھان لے آتے۔ اسی لیے امام معصوم اور خلیفہ کا وجود ضروری ہے تا کہ وہ ناموس دین کی حمایت اور حفاظت کرے۔ (صفحہ ۱۲۷)

تبصرہ

اس آیت اللہ مؤلف سے کوئی پوچھے کہ جب یہ بڑے لوگ اتنی قوت و وجاہت رکھتے تھے کہ ان کے مقابلہ میں چند مخلص مومن عاجز تھے تو یہ بڑے لوگ کس خوف اور لالچ سے مسلمان ہوئے تھے؟ بغض صحابہؓ نے ان لوگوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

نیز یہ بھی تو فرمایئے کہ ان ائمہ معصومین نے پھر دین کی حفاظت کیوں نہ کی، جبکہ آپ کے نزدیک ان کا وجود ہی دین کی حفاظت ہی کے لیے تھا؟ گیارہ امام تو ساری عمر تقیہ اور کتمان حق کرتے رہے اور بارہویں اور آخری امام حضرت مہدی تیسری صدی ہجری سے کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں؟

۲۔ علاوہ بریں خلافت خلفائے ثلاثہ شوریٰ کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ یہ جبر وتشدد کا نتیجہ تھا۔ خلافت حضرت ابوبکر صرف سات آٹھ آدمیوں کے اتفاق و طاقت کا نتیجہ تھی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اس شوریٰ سے لاعلم تھا''۔ الخ (صفحہ ۱۲۸)

آیت اللہ صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''اکثریت ان لوگوں کی تھی جو مخلص نہ تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ کے حامی تھے''۔

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف سات آٹھ آدمیوں کے اتفاق کا نتیجہ تھی۔''

کیا صرف سات آٹھ آدمی تمام مسلمانوں کے مقابلہ میں اتنے طاقت ور تھے کہ انہوں نے شوریٰ میں جو فیصلہ کرلیا تمام امت مسلمہ نے اس وقت ان کے خوف سے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا؟ کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔

۳۔خلفاء کی خلافت ظاہری سے اسلام کو سراسر نقصان پہنچا ہے، خلفاء صرف علم احکام میں ہی نہیں بلکہ علم سیاست وحقیقت سے بھی پوری طرح آگاہ نہیں تھے۔خلیفہ اول کی خلافت کے پہلے ہی سال خالد بن ولید نے اپنی غرض اور خواہش نفس کی وجہ سے مالک بن نویرہ اور اس کے خاندان کے چند افراد کو جو مسلمان تھے ان پر مرتد ہونے کی تہمت لگا کر قتل کر دیا اور اس رات ام تمیم زوجہ مالک سے ہمبستری کی اور اس طرح وہ ایک رات میں قتل وزنا جیسے گناہاں کبیرہ کا مرتکب ہوا،لیکن خلیفہ اول نے نہایت سرد مہری کے ساتھ قصاص طلب کرنے والوں کو ٹال دیا اور اس طرح اس نے گناہ عظیم سے چشم پوشی کی... خلیفہ ثانی کی خلافت میں مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور اس زنا کار کے بجائے اس کے چشم دید گواہوں کو کوڑے لگائے گئے۔حضرت علیؓ کے اعتراض کا بھی کوئی اثر نہ ہوا یہ خلافت عمرؓ کا زمانہ ہی تھا کہ معاویہ جیسا طالب دنیا امیر شام بن گیا۔الخ (صفحہ ۱۶۹)

تبصرہ

حضرت خالد بن ولید اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہا پر آیت اللہ صاحب کے یہ بہتانات ہیں پھر فعل متعہ کو حلال تسلیم کرنے اور اس پر عظیم اجر ماننے والا گروہ کس منہ سے ایسے الزامات لگا رہا ہے؟ شیعہ تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ جو شخص ایک بار متعہ کرے اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا، دو مرتبہ کرے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ تین مرتبہ کرے تو حضرت علیؓ کا اور چار مرتبہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

تصانیف خمینی

خمینی صاحب نے بھی مالک بن نویرہ کے قتل کے سلسلے میں اسلام کے جرنیل اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ پر وہی بہتان تراشا ہے جو کویت میں مقیم آیت اللہ مرزا حسن الحائری نے لگایا ہے اور مولوی محمد حسین ڈھکو، مولوی حسین بخش جاڑا اور دوسرے شیعہ مصنفین نے بھی یہی بہتان تراشی کی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خمینی صاحب نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر اپنی کتاب ''کشف اسرار'' صفحہ ۱۳۹ پر بہتان تراشی کی ہے۔

۲۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۳ پر عنوان قائم کیا ہے۔

''مخالفتھائے ابو بکر بانص قرآن'' اور صفحہ ۱۴۷ پر عنوان ہے۔ ''مخالفت عمر با قرآن خدا۔''

ائمہ نے تقیہ کیا (خمینی)

ایران کے انقلابی رہنما خمینی صاحب (جو اثنا عشری شیعوں کے نزدیک نائب امام مہدی ہیں) اپنے ائمہ معصومین کے بارے میں فرماتے ہیں:

''بہر حال نشر علوم اسلام و حکام عادل فقہاء کا کام ہے تاکہ واقعی احکام کو غلط احکام سے اور ائمہ علیہم السلام کی تقیہ والی روایات کو دوسری روایات سے تمیز دیں۔ چونکہ ہمارے ائمہ علیہم السلام اکثر و بیشتر مواقع میں ایسے حالات کے ساتھ دوچار تھے کہ وہ حکم واقعی بیان نہیں کر پاتے تھے اور وہ ظالم و جابر حاکموں کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے اور انتہائی تقیہ اور خوف کی زندگی بسر فرما رہے تھے اور ان کا خوف مذہب کے لیے تھا نہ کہ اپنی ذات کے لیے کیونکہ بعض مواقع پر اگر تقیہ نہ کیا جاتا تو خلفائے جور مذہب کی بیخ کنی کرتے۔

(حکومت اسلامی یا ولایت فقیہہ صفحہ ۷۳)

ایک سوال

اگر خمینی صاحب یا دوسرے آیات اللہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی اتباع کو فرض سمجھتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ بھی تقیہ جیسی عبادت پر عمل کر کے پختہ شیعہ ہونے کا ثبوت دیں اور اگر وہ دور حاضر میں تقیہ نہیں کرتے اور حق پرستی اور حق گوئی اور قربانی کو اپنا ایمانی کمال سمجھتے ہیں۔ (اسی لیے نہ صرف عراق بلکہ دوسری عرب ریاستوں سعودی عرب وغیرہ کے خلاف بھی محاذ آرائی کر رہے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے ائمہ معصومین کے متبع نہیں ہیں بلکہ ان بزرگان دین کی محبت کی آڑ میں اصول اسلام کی بربادی چاہتے ہیں؟

واللہ الھادی۔

ایرانی انقلاب (مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ)

شیعیت، خمینیت اور ایرانی انقلاب کے موضوع پر مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فیضھم (سرپرست ماہنامہ الفرقان لکھنو) کی یہ کتاب ''ایرانی انقلاب'' دور حاضر کی علمی اور دینی تصانیف میں سے ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ مولانا موصوف نے نہایت دلسوزی، للّٰہیت اور بصیرت سے یہ کتاب لکھی ہے۔ شیعوں کے بنیادی عقیدہ امامت پر مولانا نے مدلل بحث فرما کے اس کو عقیدۂ ختم نبوت کے منافی قرار دیا ہے۔ شیعیت کی حقیقت سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت زیادہ مفید ہے اور الحمد للہ یہ کتاب عالم اسلام میں بہت زیادہ مقبول ہوئی ہے۔ اس کے انگریزی اور عربی ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔

تصانیف امام اہل سنت

محقق العصر امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی تصانیف فتنہ تشیع کو بے نقاب کرنے کے لیے بہت زیادہ اہم ہیں اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بھی امام اہل سنت کی تصانیف سے ہی رہنمائی حاصل کی ہے۔ امام اہل سنت نے قرآن

مجید کی آیت استخلاف، آیت تمکین، آیت معیت وغیرہ ان آیات کی مستقل تفسیر لکھی ہے جس سے جماعت صحابہ کرامؓ کا جنتی ہونا اور حضرت خلفائے راشدین (امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ حضرت عمر فاروقؓ ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی موعودہ قرآنی خلافت کا ثبوت ملتا ہے۔ "مجموعہ تفسیر آیات قرانی" کے نام سے پہلے یہ کتاب شائع کی گئی ہے تھی۔ اب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم جامعہ حنیفہ تعلیم السلام جہلم نے اس کو "تحفہ خلافت" کے نام سے چھپوایا ہے جس کا مقدمہ راقم الحروف نے لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت

یہ کتاب میرے والد مکرم رئیس المناظرین حضرت مولانا کرم الدین صاحبؒ دبیر کی رد رفض و بدعت میں ایک جامع تصنیف ہے جس نے رافضیت کی کمر توڑ دی ہے۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے بھی اپنے معیاری ماہنامہ "النجم" (لکھنو) میں اس کی تائید فرمائی تھی۔

سنیت و شیعیت

محققین اہل سنت کی مذکورہ تصانیف اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (فارسی) جو چار جلدوں میں اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" جس نے قصر شیعیت میں زلزلہ ڈال دیا تھا ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد ہر اہل فہم و دیانت آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سنت اور شیعیت دونوں جدا جدا دین ہیں۔ اگر سنیت نور ہے تو شیعیت ظلمت ہے۔ اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مذہبی اتحاد کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور خصوصاً اس بغض و عناد کے بعد جس کا شیعہ مجتہدین نے اپنی تصانیف میں اظہار کر دیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں شیعہ تراجم قرآن اور تجلیات وغیرہ تصانیف کی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں جن میں حضرات خلفائے ثلثہؓ کو العیاذ باللہ جہنمی قرار دیا گیا ہے اور یہی ہر شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے اور ان صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اور امہات المومنینؓ کے خلاف ان

کہ یہ ہذیانات ان کے من گھڑت عقیدہ امامت پر مبنی ہیں۔

کیا شیعہ تصانیف امریکہ نے لکھوائی ہیں؟

ایرانی حکومت اور شیعہ علماء عموماً یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ سنی اور شیعہ کو امریکہ لڑا رہا ہے اور لاہور کی قرآن وسنت کانفرنس میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔اس سلسلے میں اہلِ تشیع سے ہمارا سوال ہے کہ خمینی کی کتاب کشف اسرار سمیت مذکورہ تصانیف میں جو کچھ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے خلاف زہر اگلا گیا ہے کیا امریکہ نے شیعہ مصنفین سے یہ کتابیں لکھوائی ہیں کہ سنی شیعہ ہمیشہ متصادم رہیں اور کیا کلمہ واذان میں حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کا اعلان بھی امریکی سازش کا ہی نتیجہ ہے؟ تا کہ شیعہ کلمہ واذان کے نام پر بھی یہ تبرا بازی کرتے رہیں۔عبرت۔عبرت۔عبرت۔

دفاع صحابہ نہ کرنے والا ملعون ہے (مجدد الف ثانی رحمہ اللہ)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کا ردشیعیت میں ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو فارسی میں ہے اور اس کا ترجمہ ''تائید اہل سنت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں حضرت مجددؒ نے اس وقت کے ایک شیعہ کتابچہ کا جواب دیا ہے۔حضرت مجددؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل حدیث نقل کی ہے جس کے تقاضا کے تحت آپ نے یہ کتابچہ تصنیف فرمایا۔

اذا ظهرت الفتن او البدع و سبت اصحابی فليظهر العالم علمه و من لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله له صرفاً و لا عدلا.

ترجمہ: جب فتنوں اور بدعتوں کا دنیا میں ظہور ہو اور میرے اصحاب پر سب وشتم ہونے لگے تو ہر عالم کو چاہئے کہ وہ (اس دینی مکدر فضا کے دفعیہ کے لیے) اپنے علم کا ہتھیار کام میں لائے اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی (اور اس کی توبہ اس کا

فدیہ) اس کے فرائض ونوافل درجہ قبولیت کو نہیں پہنچیں گے۔

(تائید اہل سنت صفحہ ۷)

یہ ارشاد رسالت ﷺ علماء صلحاء مشائخ کرام کے لیے تازیانہ عبرت ہے کہ وہ اپنی زندگی اور اس کے مقاصد پر نگاہ ڈالیں اور مذہب اہل سنت کی حفاظت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمتوں کے کے دفاع کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

وما توفیقی الا باللہ العلیٰ العظیم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کی تصانیف